وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٖ (القرآن)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!

جلد 10	شمارہ 05	شعبان 1437ھ	مئی 2016ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی — مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

حافظ مختار احمد گوندل — تزئین و گرافکس: جواد عمر

پروفیسر خلیل الرحمٰن — قانونی مشاورت:

محمد فیاض عادل فاروقی — محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِتعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	خلائی اسفار، معراجِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عظمت انسانی	انجینئر مختار فاروقی	10
5	چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور جدید سائنس	طارق اقبال	25
6	پاکستان کے نظریاتی نظامِ تعلیم کے محافظ......؟		30
7	جدید دور کا سب سے بڑا چیلنج	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	39
8	بدعہدی کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نہ دُکھائیں	پروفیسر حمزہ نعیم	52
9	ایک سوال ایک جواب	مولانا محمد انور چیمہ	56
10	قومی یکجہتی میں مسجد و مدرسہ کا کردار	انجینئر مختار فاروقی	58
11	سلسلہ واردرسِ قرآن کی تکمیل رپورٹ	عرفان مغل	62

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الضُّحٰی آیات 11 ، رکوع 1

اس سورۂ مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی و تشفی اور دل جوئی اس طریقے سے کی گئی ہے جس کی مثال اور کہیں نہیں ملتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خوشخبری بھی دی گئی ہے کہ آپ کے لیے ہر آنے والا دور سابقہ دور سے بہتر ہوگا اور عنقریب آپ کا ربّ آپ پر اپنی عطا و بخشش کی ایسی بارش کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ اور بتایا گیا ہے کہ نعمتوں کا شکر کس طرح ادا کرنا چاہیے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ الضُّحٰی O وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰی O

آفتاب کی روشنی کی قسم اور رات کی تاریکی کی جب چھا جائے

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰی O

(اے محمدؐ) آپ کے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑا اور نہ (آپ سے) ناراض ہوا

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی O

اور آپ کے لیے ہر آنے والا وقت گزرے وقت سے کہیں بہتر ہے

وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی O

اور آپ کا پروردگار آپ کو عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جاؤ گے

اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی O

بھلا اس نے آپ کو یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ (بے شک دی)

وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی O

اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا

وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی O

اور تنگ دست پایا تو غنی کر دیا

فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَاتَقۡهَرۡ O

تو آپ بھی یتیم پر ستم نہ کرنا

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ O

اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا

وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ O

اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بیان کرتے رہنا

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِیۡم

حضرت جویریہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ صبح سویرے ان کے پاس سے نکلے جب انھوں نے صبح کی نماز ادا کی اور وہ اپنی جائے نماز پر بیٹھی ہوئی تھیں، پھر آپ ﷺ چاشت کے وقت واپس تشریف لائے تو (دیکھا کہ) وہ اسی طرح جائے نماز پر بیٹھی ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا جب سے میں گیا ہوں تم اسی طرح بیٹھی ہو؟ حضرت جویریہ نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: میں نے اس کے بعد چار کلمے تین بار کہے ہیں اگر ان کا وزن ان کلمات سے کیا جائے جو تم نے کہے ہیں تو یہ وزنی ہوں گے۔ وہ کلمات یہ ہیں: (مسلم)

سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ عَدَدَ خَلۡقِهٖ

وَرِضَا نَفۡسِهٖ وَ زِنَةَ عَرۡشِهٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِهٖ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَخْطَأَ خَطِیْئَۃً نُکِتَتْ فِیْ قَلْبِہٖ نُکْتَۃٌ سَوْدَاءُ فِاِنْ ھُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَ تَابَ صُقِلَ قَلْبُہٗ وَاِنْ عَادَ زِیْدَ فِیْھَا حَتّٰی تَعْلُوَا عَلٰی قَلْبِہٖ وَھُوَ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی ((کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ)) (المطففین)

(ترمذی، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

بے شک جب آدمی کسی غلط کام کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے اگر وہ اس سے باز آ جاتا ہے اور مغفرت طلب کرتا ہے اور توبہ کرلیتا ہے تو اس کا دل صاف ہوجاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ غلطی کرتا ہے تو سیاہی زیادہ ہوجاتی ہے یہاں تک کہ (ہوتے ہوتے) اس کے دل پر چھاجاتی ہے۔ اور یہی وہ 'ران' (زنگ) ہے جس ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں فرمایا ہے: ''ہرگز نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ان (بُرے) کاموں کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے'' (المطفّفین)

الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

حرفِ آرزو

انجینئر مختار فاروقی

1۔ طلباء میں لیپ ٹاپ کی تقسیم بجا مگر کلامِ اقبال کے سیٹ کیوں نہیں؟

ہمارے ملک میں تعلیم اور علم کو عام کرنے کے لیے حکومت کئی سال سے عالمی دجالی شیطانی نظام تک رسائی کے لیے طلباء میں مفت لیپ ٹاپ تقسیم کر رہی ہے۔اس سال بھی خبر ہے کہ ایک لاکھ لیپ ٹاپ تقسیم کیے جائیں گے۔

لیپ ٹاپ ایک INSTRUMENT ہے علم کی ایک وسیع دنیا تک رسائی کا جو انٹرنیٹ کے نام سے آباد کی گئی ہے یقیناً اس ذریعے سے متلاشی حضرات کو 'علم' اور تحقیق کے میدانوں بھی بہت فائدہ ہوتا ہے مگر نوجوانوں کو لیپ ٹاپ دے کر اور انٹرنیٹ پیکیجز سستے اور عام کر کے دراصل 'علم کی مغربی دنیا' کا راستہ بتایا جا رہا ہے۔یہ کام اسی طرح ہے کہ آپ کسی دور افتادہ علاقے کے نوجوان کو کسی بڑے شہر کے سارے بازار اور اس کی تفصیلات بتا دیں۔اب وہ نوجوان آزاد ہے کہ جہاں مرضی جائے۔نوجوان ابھی سیکھنے کی عمر میں ہوتے ہیں۔بقول اقبال

ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

یعنی اس عمر میں بغیر کسی محکم نظریاتی تعلیم کی حد بندی کے، نوجوان تو اپنی اس عمر کے تقاضوں اور 'زمانے کی چال' کے مطابق ہی چلے گا جبکہ امریکی حکومت ہمارے ملک کے پوزیشن ہولڈر طلباء اور ہونہار طلبہ (TALENTED YOUTH) کو امریکہ اور امریکی ماحول سے آشنا کرنے کے لیے دوروں کا انتظام پہلے ہی کر رہی ہیں۔ طلباء اس لیپ ٹاپ سے ان دوروں کی رہنمائی میں فائدہ حاصل کریں گے۔

اس میں یہ بات بھی ممکن ہے کہ کچھ طلباء ضرور مثبت فائدہ بھی حاصل کریں گے اگرچہ لیپ ٹاپ تقسیم کے بعد کے سروے بتاتے ہیں کہ صورت حال ناگفتہ بہ ہے۔

ہماری تجویز ہے کہ اگر ممکن ہو تو ہمارے پنجاب کے خادمِ اعلیٰ وزیر اعلیٰ شہباز شریف صاحب اربوں روپیہ لیپ ٹاپ سکیم پر ضرور خرچ کریں مگر اپنے ملک، اس کے نظریہ، مفکر پاکستان علامہ اقبال، مسلم لیگ، قائداعظم کی لاج رکھتے ہوئے صوبہ (اور وفاقی سطح پر بھی) بھر کے ہونہار طلبہ (ایف اے، بی اے) کو علامہ اقبال کا ایک سیٹ بھی تحفہ دینے کی سکیم جاری فرمائیں۔ اس سکیم پر اخراجات بھی لیپ ٹاپ سے بہت کم آئیں گے اور کلام اقبال کا یہ سیٹ لیپ ٹاپ کی طرح صرف علم کی دنیا کا راستہ بتانا نہیں ہوگا بلکہ اس کلام کے مطالعہ سے وہ طلباء اچھے پاکستانی، اچھے مسلمان، نظریاتی مسلم لیگی اور علامہ اقبال کے شاہین بنیں گے۔ (واضح رہے کہ ہمارے نزدیک مسلم لیگ (ن) سے مراد مسلم لیگ نظریاتی ہونا چاہیے) کاش کہ مسلم لیگ ن کی موجودہ حکومت نظریہ پاکستان کے فروغ کے ضمن میں کلامِ اقبال کے سیٹ طلباء کو تقسیم کرنے کا مبارک فیصلہ بھی کر دے۔ اے اللہ! تو ایسا ممکن بنا دے آمین۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اگر کوئی بیرونی دباؤ نہ ہوا تو یہ کام ضرور رُوبعمل آ کر رہے گا۔

2 پاناما لیکس

ان دنوں ملکی اور عالمی پریس میں پاناما لیکس کا چرچا ہے اور سیاسی سطح پر زلزلہ کی کیفیت سے کئی 'برج' گر رہے ہیں۔ اس ملک کے وزیر نے استعفیٰ دے دیا اس ملک کے وزیر اعظم نے استعفیٰ دے دیا اس ملک کے صدر نے احتساب کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے نزدیک یہ سیاسی زلزلہ ایک خاص مقصد کے حصول کے لیے صحیح موقع پر لایا گیا ہے۔ دنیا بھر کے ملکوں میں مالی بے ضابطگی (FINANCIAL CORRUPTION) مغرب نے خود پیدا کی ہے۔ وہ اسلحہ، صنعتی سامان، امپورٹ، ایکسپورٹ پر خود ایسے ہتھکنڈے استعمال کرنے کے گُر سکھاتا ہے اور استعمال کرتا ہے کہ ترقی پذیر اور غیر ترقی یافتہ ممالک کی قیادتیں خواہی نخواہی اس میں ملوث کردی جاتی ہیں۔ یہ ناجائز رقم جمع بھی وہیں خاص سوئیزرلینڈ کے بنکوں میں ہوتی ہے جو اس حرام کام کے لیے بنائے گئے ہیں۔ اس طرح گزشتہ ڈیڑھ صدی کے تعامل سے مغربی سامراج نے جن اصولوں کو ایک ROUTINE بنا دیا ہے وہ ملکوں کی قیادتوں میں کرپشن کا رواج ہے اور اس کا سارا حساب کتاب بھی مغربی دنیا ہی کے پاس ہے۔ لہٰذا یہ پاناما لیکس کوئی آخری زلزلہ نہیں ہے اس طرح کے زلزلے ابھی اور بھی آئیں گے اور آج جو لوگ اس صورت حال کو اپنی محنت کا نتیجہ بتا رہے ہیں شاید اگلی کسی 'لیکس' میں ان کے اکابرین اور 'معصومین' کا نام آ جائے۔ وہ وقت قابل دید ہوگا۔ صدر امریکہ نے چند ماہ قبل سالانہ خطاب میں پاکستان کے لیے 'حالات کی خرابی' کی پیش گوئی کی تھی۔ گویا صدر امریکہ کو پاناما لیکس کا پلان پہلے سے معلوم تھا۔

خاص اس وقت پاناما لیکس کا آسمانِ واشنگٹن سے 'نزول' اس لیے ہوا ہے کہ امریکہ کی اقتصادی صورت حال عام تصور سے بھی زیادہ ناگفتہ بہ ہے اور ڈالر کا زوال ایک شُدنی امر ہے اور کوئی اور عالمی کرنسی جلد یا بدیر ڈالر کے مقابلے میں آ کر رہے گی۔ امریکہ اپنے اقتصادی نظام کو سنبھالنے کے لیے پاناما لیکس کے ذریعے جس ناجائز دولت کی نشان دہی ہوئی ہے وہ ساری ہضم کر جائے گا۔ ابھی نائن الیون کے واقعہ میں 'سعودی عرب' کو ملوث کر کے اس کی ساری دولت اور اثاثے شہنشاہِ ایران کی دولت کی طرح امریکی سامراجی حکومت کے خزانوں میں جمع ہونے والی ہے۔

امریکی اقتصادی حالت کو اس طرح کے ہتھکنڈے کب تک زوال سے بچاتے ہیں یہ ایک الگ ISSUE ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ امریکی حکومت جن 92 ممالک میں ہر طرح کی مداخلت کر رہی ہے ان ممالک کے سرمائے پر قبضہ کرنے کا منصوبہ مکمل ہو چکا ہے اور اس میں بالخصوص مسلمان اور مسلمانوں میں سے بھی پہلے مرحلے میں PETRO DOLLAR

والے مسلمان ممالک ہیں۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسودہ حال مسلمان ممالک کی قیادتوں کو امریکی چالوں کو سمجھنے کی توفیق بخشے اور اس کے ہتھکنڈوں سے آگاہی دے، آمین۔ پاکستان کی سیاسی قیادت کے لیے امریکی دوستی کے سنہری جال سے گلوخلاصی کے علاوہ اس مصیبت سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

موجودہ حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ نے چند سال قبل حرمین میں کیے گئے وعدوں کے ذریعے امریکی غلامی کی اس دلدل سے نکالنے کی سبیل فرمائی تھی۔مگر بدقسمتی سے ہمارے موجودہ حکمران اقتدار میں آ گئے مگر وہ وعدے جو حرمین شریفین میں ’شریفین‘ نے کیے تھے، وہ آج تک پورے نہ ہوسکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ہے اور نشانِ عبرت ہے کہ پاکستان کے حکمران اسلام اور نظریۂ پاکستان کی طرف لوٹ آئیں ورنہ انجام بہت بُرا ہوگا۔ اللہ کے باغیوں کا انجام زیادہ دُور کی بات نہیں۔

سود کا خاتمہ نہ کرنا، علامہ اقبال ڈے کی چھٹی کی منسوخی، ملکی نصاب میں مغربی مداخلت اور تقاضوں کے مطابق تبدیلیاں ہی عذابِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

حکمران کسی جج کے ذریعے پاناما لیکس کی تحقیقات کرائیں یا نہ کرائیں، اوپر درج کام اپنے وعدوں کے مطابق کریں اور امریکی غلامی کا جوا اتارنے کا نعرہ مستانہ بلند کردیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان اور پاکستان کے ایسے نظریاتی حکمرانوں کی عزت و وقار کو دوبارہ لوٹا دے گا۔ گویا

ے
چمن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل نہیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

خلائی اسفار
معراجِ مصطفیٰ ﷺ
اور عظمت انسانی

انجینئر مختار فاروقی

O بالعموم دنیا میں سمجھا جاتا ہے کہ خلائی سفر کی مہمات بیسویں صدی میں شروع ہوئیں اور امریکہ کا دعویٰ ہے کہ 1969ء میں 'اپالو' نامی خلائی جہاز نے خلا کا سفر کیا اور اس موقع پر انسان نے چاند پر قدم رکھا۔ امریکہ کے اس دعویٰ میں کس حد تک صداقت ہے شاید امریکہ اور مغربی دنیا ہم تیسری دنیا کے غیر ترقی یافتہ ممالک کے عوام کو اس پر تبصرے کا حق نہ دیں مگر خود امریکہ میں 1969ء کی امریکی خلائی مہم کے 'نقلی' اور 'جعلی' ہونے کے بارے میں بہت سارا معقول اور مدلّل مواد موجود ہے۔

O آج کئی ممالک خلائی سفر کی ٹیکنالوجی میں قدم رکھ چکے ہیں اور روئے زمین پر مسابقت کے جذبے کی طرح آج کا انسان خلا میں بھی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے عمل میں سرگرداں و پیچاں ہے۔

O امریکہ کے مشہور خلاباز مسٹر نیل آرم سٹرانگ تھے، کچھ عرصہ ہوا ان کا انتقال ہوا، انہوں نے خلائی سفر کے ایک عرصے بعد مصر کا سفر کیا قاہرہ کی ایک مسجد سے مسلمانوں کو نماز کے لیے جمع کرنے والی آواز (CALL اذان) کو عربی میں سُنا تو یہ شخص حیران اور ششدر رہ گیا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے! مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں یہ 'دل کو لبھانے' والی آواز کہاں سے آرہی ہے ؏ از کجا می آید ایں آوازِ دوست۔

یہ آواز جاری تھی اور آرم سٹرانگ اس کے تعاقب میں رہے بالآخر معلوم ہوا کہ یہ آواز مسجد سے آرہی تھی اور مسلمانوں کے لئے روز کا 'معمول' ہے۔ ایک سوال پر آرم سٹرانگ نے بتایا یہ 'دلکش' آواز میں نے خلائی سفر کے دوران ایک مرحلہ پر سنی تھی اور اس وقت سے یہ آواز میرے لئے عجوبہ تھی اور 'دل کے تاروں' کو ہلانے والی۔

O اس طرح اس خلاباز نے اسلام کو قریب سے دیکھا، پڑھا، پرکھا اور مسلمان ہوگیا۔ خلائی سفر کا یہ پاکیزہ تجربہ اس خلاباز کی زندگی میں انقلاب برپا کرگیا۔ آرم سٹرانگ کے اسلام قبول کرنے پر مغرب کے خلائی تحقیقاتی اداروں نے اسلام یا مذہب کی کسی بات کو قبول کرنے پر پابندی لگادی ہے کہ کھربوں ڈالر کے خرچ ہم کریں اور تم آ کر اس سے اسلام کی حقانیت کا اعلان کرو۔ یہی تاجرانہ ذہن تمام سائنسی تحقیقات کے پیچھے چھپا ہوا ہے اور حقیقت کے اظہار پر بھی پابندی ہے ورنہ کائنات کی ہر غیر جانبدارانہ تحقیق اور سوچ سائنسدان کو اسلام کی حقّانیت اور خالق کائنات کے اِثبات کے قریب کررہی ہے۔ یا حسرتًا علی العباد۔

O خلائی سفر میں جب انسان زمین کے مدار سے نکل کر کوسوں دور پہنچ جاتا ہے اور دور سے زمین کا منظر دیکھتا ہے یہ منظر بھی ایک ایسا عجیب منظر ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اور کوئی دوسرا آدمی اس سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا۔ آج کے دور میں انٹرنیٹ پر گوگل ارتھ پر کام کرتے ہوئے نقشہ کو چھوٹا کرتے جائیں تو پہلے شہر صوبوں میں، پھر صوبے ملکوں میں، پھر ملک براعظموں میں اور بالآخر زمین ایک گیند کی طرح نظر آتی ہے اور اگر نظام شمسی کو SEARCH کریں تو زمین سورج کے مقابلے میں بہت چھوٹی نظر آتی ہے شاید ایک نقطہ کے برابر۔

زمین گول ہے اور نظام شمسی کا ایک حصہ ہے۔ فلکیات کا یہ علم تو بہت بعد کا ہے مگر تاریخ اسلام کی ایک نامور شخصیت شیخ عبدالقادر جیلانی (1078ء-1166ء) نے اپنے ایک قصیدہ میں لکھا ہے ؎

نظرتُ الی بلاد اللّٰہ جمعًا   کخردلۃ فی حکم اتصال

یہ تفصیل و تمثیل آج سے 900 سال قبل کسی روحانی یا مذہبی تجربے کے بغیر ممکن نہیں مگر آج یہ روحانی افسانچہ ہی محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح 1400 سال قبل ایک صاحب علم حضرت

عبداللہ ابن عباس ﷠ (جو حضرت محمد ﷺ کے شاگرد ہیں) نے فرمایا کہ ''سارے آسمان اور زمین خلائی وسعتوں میں ایسے ہیں جیسے تمہارے ہاتھ میں رائی کا دانہ'' (مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ ؒ)۔ عقل کی یہ بات بھی حد درجہ حکیمانہ تجربہ کا اظہار ہے۔

O دنیا کی تاریخ میں سب سے قدیم خلائی سفر صحرائے عرب کے ایک عظیم انسان حضرت محمد ﷺ نے کیا۔ آپ ﷺ کی ولادت 571ء کی ہے اور عرب کی بے آباد سرزمین میں علم کے مراکز اور ترقی اور بے دین فلسفہ کے مکاتب فکر سے بے خبر صحرائے عرب کے ریگزاروں میں زندگی گزارنے والا ایک 'مرد دانا' اور 'مرد ہوشمند' فضائی سفر کا دعویٰ کرتا ہے اور دعویٰ صرف دعویٰ ہی نہیں تھا بلکہ اس پر مکہ کے اہل علم (ملحدین) اور سرداروں (سیکولر لوگوں) نے بحثیں کیں۔ آپ ﷺ پر جرح کی اور سوال و جواب ہوئے اور فضائی اور خلائی سفر کا دعویٰ کرنے والے کے جوابوں سے مطمئن ہو کر لاجواب ہو گئے۔ جنھوں نے آگے بڑھ کر تصدیق کی وہ آئندہ صدیوں میں سائنسی، تحقیقی، تجرباتی اور فلکیاتی علوم کے رہنما بنے اور اگلے 800 سال تک دنیا کی رہنمائی کرتے رہے۔ یورپ، ایشیا اور افریقہ کے لوگ کبھی غرناطہ، اشبیلہ اور بغداد کی درسگاہوں میں اسی طرح کھنچے چلے آتے تھے جس طرح آج لوگ یورپ اور امریکہ کی علمی درسگاہوں کی طرف کشاں کشاں جاتے ہیں۔

تاریخ کے اوراق میں پہلے خلائی و فضائی سفر کے طور پر درج ہونے والی شخصیت حضرت محمد ﷺ کی ہے جن کے بارے میں قرآن پاک میں ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ O

''پاک ہے وہ ذات جو لے گئی راتوں رات اپنے بندے کو، شب کے ایک حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ جس کے ماحول (گرد و پیش) کو ہم نے مبارک بنایا۔ تاکہ ہم دکھائیں اسے (ﷺ) اپنی نشانیوں میں سے کچھ نشانیاں۔ یقیناً سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا تو صرف وہ (تبارک وتعالیٰ) ہے۔''

آپ ﷺ کو جس خلائی سفر کا موقع ملا وہ ایک جسمانی سفر اور حِسّی تجربہ تھا نہ کہ خواب۔

اس لیے کہ خوابوں کی دنیا الگ ہے اور ہر آدمی ماضی کی طرح آج بھی خواب دیکھتا ہے خواب میں وہ سینکڑوں میل دور ہوتا ہے اور مختلف تجربات سے لطف اندوز ہوتا ہے اور آنکھ کھلنے پر وہیں کا وہیں موجود ہوتا ہے۔ دنیا اس تجزیہ پر اعتراض نہیں کرتی۔ حضرت محمد ﷺ نے جب دعویٰ فرمایا کہ وہ رات کے ایک حصے میں مکہ سے بیت المقدس گئے وہاں وقت گزارا پھر آسمانی سفر ہوا پھر بیت المقدس واپسی ہوئی اور وہاں سے مکہ کی طرف لوٹ آئے۔ یہ دعویٰ خواب نہیں جسمانی سفر تھا۔ مکہ کے اہل علم اور بیت المقدس تک کے علاقوں میں سفر کرنے والے تاجروں اور سرداروں نے اس کا پہلے مذاق اُڑایا پھر آپ ﷺ سے سوالات کیے کہ بیت المقدس کا مقام کیا ہے؟ اس کی تفاصیل کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے اس وفد کے تمام سوالات کے بڑے نپے تُلے اور صحیح جوابات دیے جس سے یہ وفد یہ یقین لے کر اُٹھا کہ دعویٰ کرنے والا شخص اس حد تک سچا ہے کہ وہ بیت المقدس کے بارے میں صحیح معلومات دے رہا ہے لہٰذا اس کا دعویٰ صحیح ہے۔

O حیرت کی بات ہے کہ دنیا والے حضرت محمد ﷺ کے مکہ سے بیت المقدس تک اس وقت کے 22 دن کے سفر کو حقائق کی بنیاد پر تسلیم کرتے ہیں مگر اس سفر کے دوسرے مرحلے کو (جو آسمانی سفر ہے) تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ آپ ﷺ کا دور (571ء-632ء) کوئی اَزمنہ قدیم کا واقعہ نہیں ہے بلکہ تاریخ کا عین نصف النہار اور روشن دور ہے۔ غالبًا اسی ضد کی وجہ سے مغربی مفکرین اس دور کو DARK AGES کہتے ہیں۔

O حضرت محمد ﷺ کا یہ سفر ـــــ سفر معراج کہلاتا ہے۔ اس سفر کا پہلا مرحلہ قرآن مجید میں آج کی مغربی دنیا (یہود و نصاریٰ) پر اِتمامِ حجت کے لیے سورۃ بنی اسرائیل کے آغاز میں مذکور ہے اور دوسرے مرحلہ کا تذکرہ NASA اور دیگر خلائی اداروں میں کچھ ڈالروں کے عوض جسم و جان و دل و دماغ فروش کرنے والوں کے لیے سورہ النجم کے آغاز میں ہوا۔ آپ ﷺ کا یہ سفر کسی ایک 'انسان' کا خلائی سفر نہیں ہے بلکہ یہ سفر انسانیت کی مشترک متاع ہے اور اس واقعہ کے ذریعے حاصل ہونے والی عظمت بھی انسانی عظمت اور اولادِ آدمؑ کی مشترک متاع ہے۔ بقولِ علامہ اقبال

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے کہ عالمِ بشریّت کی زد میں ہے گردُوں

اور اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ انسان کا فضاؤں میں دور تک سفر کی ہمت اور حوصلہ پانا

یقیناً معراجِ مصطفےٰ سے ہی مستعار ہے ۔

زیں کہکشاں تا لامکاں بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

O آج کے خلائی سفر کرنے والوں اور حضرت محمد ﷺ کے اس خلائی سفر میں بعض باتوں کے اشتراک کے باوجود حددرجہ کا بنیادی اور کلیدی فرق پایا جاتا ہے اور کسی حقیقی تجزیہ میں اس عظیم اور ہمالیہ جیسے فرق کوملحوظ رکھنا بہت ضروری ہی نہیں علم دوستی، اخلاق دوستی اور انسان دوستی کا عین تقاضا ہے اور امانت و دیانت کا ناگزیز تقاضا بھی۔

O عصر حاضر کے خلائی اسفار اور انسانی تجربات ایک طرف ہیں اور حضرت محمد ﷺ کا آج سے 1400 سال قبل کا خلائی سفر اور اس کی تفاصیل دوسری طرف ان میں جو 'اشتراک' اور مشترک باتیں ہیں وہ یہ ہیں۔

(i) دنیا میں انسانوں کی 99.999 فیصد آبادی چودہ صدیوں قبل بھی اور آج بھی اپنے اس کرہّ ارض کا کبھی مکمل DETACHED VIEW کا تصوّر بھی نہیں کر سکتی ہے۔ یہ تجربہ آج کے سائنسدانوں نے 'انسان' کو خلائی سفر پر بھیج کر حاصل کردہ معلومات کے ذریعے کسی درجے حاصل کیا ہے اور آج سے چودہ صدیاں قبل حضرت محمد ﷺ نے حیران کن سفر کرکے دنیا کا ہزاروں میل دور کا ایک منظر (DETACHED VIEW) لیا اور اس کا تذکرہ فرمایا جس سے انسانی عظمت کو چار چاند لگ گئے اور روح انسانی اپنے رب کی معرفت کے کیف وسُرور سے آج تک دم بخود ہے اور علم دوستی اور علمی دیانت کے ساتھ سائنسی اکتشافات کے اگلے روح افزا مراحل کے تذکار کے لیے بے چین ومضطرب۔

(ii) تاریخ انسانی میں فضائی سفر اور مشاہدہ کے بارے میں یقیناً مواد نہ ہونے کے برابر ہے۔ قرآن مجید میں مصر کے حکمرانوں میں ایک حکمران کا بالواسطہ تذکرہ آیا ہے کہ اس نے کہا کہ میرے لئے کسی اونچی جگہ (پہاڑی) پر ایک عمارت تعمیر کروتا کہ میں (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے 'رب' کو دیکھ سکوں کہ وہ کہاں ہے؟ اور بین السطور یہ اشارہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس 'خدا' یا ربّ کے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ کہیں نہیں۔ یہ فرعون بادشاہوں کی یہ ایک 'خواہش' تھی جو کبھی پوری نہ ہو سکی مگر 1950ء کی دہائی میں جب روس (USSR) نے خلائی سفر پر کام کیا اور

فضا میں دور دور تک سفر کر کے اپنی تسخیر کائنات کی مہم میں کامیابیاں حاصل کیں تو روسی قیادت (خروشیف) کا یہ بیان اخبارات کی زینت بنا کہ ہم نے فضا میں دور دور تک چھان مارا مگر ہمیں مسلمانوں کا خدا کہیں نظر نہیں آیا۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ 33 صدیاں قبل کا فرعون اور انیسویں صدی کا روسی حکمران سیکولر سوچ اور انسان کے خود خدا (SOVEREIGN) ہونے کے دعویٰ میں کس حد تک ایک ہی PAGE پر پائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے رویوں کا ذکر سورۃ الذاریات میں ہے کہ کیا سیکولر اور لبرل لوگ وصیّت کر کے مرتے ہیں کہ کبھی APPEARANCE یا مادی دنیا سے ہٹ کر REALITY یا حقیقت کا برملا اظہار نہ کرنا۔ اَتَوَاصَوۡا بِهٖ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ طَاغُوۡنَ (53:51)۔

(iii) خلائی سفر میں کرہ ارضی کا مشاہدہ آپ ﷺ نے بھی کیا مگر آپ ﷺ کی سوچ، تعلیمات اور نقطۂ نظر (PARADIGM) چونکہ عملی تھا لہٰذا آپ کے اس موقع پر یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں:

> اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الۡاَرۡضَ فَرَأَیۡتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا، وَ اِنَّ اُمَّتِیۡ سَیَبۡلُغُ مُلۡکُھَا مَا زُوِیَ لِیۡ مِنۡھَا (مسلم و الترمذی وابوداود، عن ثوبان)
>
> ''اللہ تعالیٰ نے (اس خلائی سفر کے دوران) زمین کو (گھما کر) مجھے دکھادیا (زمین دوری حرکت میں 24 گھنٹے میں ایک چکر مکمل کرتی ہے) میں نے روئے ارضی پر تمام مشارق (مشرقی ممالک) اور مغارب (مغربی ممالک) دیکھے۔ یقیناً میری آسمانی تعلیمات (جو عدل، انصاف، انسانی حریت، اخوت، مساوات، معاشی عدل اجتماعی اور سیاسی سطح پر درویشی کی حکومت ___ توحید، معاد قرآن پر مشتمل ہیں) ان تمام ممالک تک غالب ہو کر رہیں گی (جو میں نے دیکھے ہیں یعنی کل روئے ارضی پر ایک آسمانی، فلاحی، جمہوری، انسان دوست اور علم، اخلاق اور ماحول دوست عالمی حکومت قائم ہو کر رہے گی۔ عصر حاضر میں عالمی کلچر (CULTURE) عالمی زبان اور ایک TOTALITARIAN نظام کے تصورات اسی منزل کے نشانِ راہ ہیں جن پر سیکولر مزاج عالمی مافیا نے قبضۂ مخالفانہ کر رکھا ہے)۔''

(iv) اس خلائی سفر کے تجربات اور مشاہدات کے بیان میں دیگر خلاباز انسانوں کے بیانات اور ان کے CONTENTS میں اور حضرت محمد ﷺ کے تجربات و مشاہدات کی تفصیل

(CONTENTS) میں واضح فرق ہے ثانی الذکر ذاتی یقین اور ASSERT کرنے کا ایک انداز ہے جو انسان کے اندر ایک CONVICTION کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ کسی تصنُّع (FEATURED) ہونے کا۔

حضرت محمد ﷺ کا یہ خلائی سفر اور اس کی تفصیلات ماضی میں بھی نسل انسانی کے لئے ایک چیلنج تھا آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ یہ چیلنج اسی نوعیت کا ہے جیسے 'قرآن مجید'۔ سردارانِ قریش کہا کرتے تھے کہ یہ کلام حضرت محمد ﷺ (معاذاللہ) خود بناتے ہیں تو قرآن پاک نے خود یہ چیلنج دیا ہے کہ پورا قرآن مجید نہ سہی دس سورتیں اور یہ بھی نہ ہو تو صرف ایک سورت ہی اس کلام جیسی بنالاؤ۔ اور آج تک یہ چیلنج قائم ہے اور قیامت تک یہ چیلنج رہے گا۔ یہی چیلنج قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی دلیل ہے بعینہٖ اسی طرح دوسرے خلابازوں کے اسفار دیگر اغراض کے لئے ہیں حضرت محمد ﷺ کا یہ سفر ایک معجزہ ہے۔ آج کے خلاباز اپنے تجربات آزادانہ طور پر سامنے لائیں تو مغربی لبرل ازم اور سیکولرازم کی موت ہے اور اسلام کی حقانیت کی دلیل۔

(v) خلائی سفر کے اوپر درج انسانی دعووں اور تجربات میں ایک یہ پہلو بھی مشترک ہے کہ آرم سٹرانگ بھی ازخود اس خلائی سفر پر نہیں گیا یہ اس کا کوئی اپنا نظریہ یا فلسفہ نہیں تھا ایک اندازے کے مطابق ایک خلائی سفر کے انتظامات اور اس کے متعلقات پر تقریباً 100 ارب ڈالر (10,000 ارب پاکستانی روپے جبکہ پاکستان کا قومی بجٹ 4100 ارب روپے حجم کا ہے) خرچ آتے ہیں اور یہ اخراجات آرم سٹرانگ نے نہیں کیے بلکہ کسی ایجنسی، ادارے، یا تحریک نے کیے۔ یہ رقم امریکی معاشرے میں بھی ایک خطیر رقم ہے اور باربار کے تجربات سے ظاہر ہے کہ ایک طبقہ کے مفادات ہیں جو یہ بھاری INVESTMENTS کررہے ہیں اور یہ کام بلامقصد نہیں ہوسکتا۔ وہ مقاصد کیا ہیں؟ یہ ایک الگ موضوع ہے۔ جبکہ وہ سفر جو حضرت محمد ﷺ نے کیا وہ سفر بھی قرآن مجید برملا کہہ رہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی ذاتی سوچ، خواہش، انتظامات اور BUDGETING کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اس کائنات کی خالق اور مالک ہستی نے یہ چاہا کہ اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے ذریعے عظمت انسان کو آشکار کرے اور قیامت تک کے انسانوں کے لئے خلائی مہموں کا راز کھول دے کہ انسان کی رسائی کہاں تک ہے۔

آپ ﷺ کا یہ سفرِ معراج جہاں خاص آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے اعلیٰ مقام کا آئینہ دار ہے کہ ہم 'عبدٗ' ہیں اور وہ 'عبدہٗ' ٹھہرے، فرق صاف ظاہر ہے۔ بقولِ اقبال

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دیگر ما سراپا انتظار اُو منتظر

تمام انسان 'عبدٗ' ہیں مگر ان میں سے حضرت محمد ﷺ عبدہٗ ہیں (واقعہ معراج کے ذکر میں کلمہ شہادت میں) لہٰذا عبدہٗ ایک خاص بندے کا مقام ہے ہم اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور تجلی کا انتظار کرتے ہیں اور عبدہٗ کا اللہ تعالیٰ آسمانوں پر انتظار فرماتا ہے۔ ایک طرف ہے تو دوسری طرف ہم عام مسلمانوں کے لیے دوسری کیفیت ہے

در دشت جنوں من جبریل زبوں صیدے یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

بندۂ مومن کے لیے اللہ سے محبت اور معرفت کے میدان میں انسان کا مقام اتنا بلند ہے کہ سفر معراج میں حضرت جبریل بھی ایک مقام پر رُک گئے کہ آگے فرشتوں کا جانا منع ہے مگر آپ ﷺ (یعنی) انسان لامکان میں اس BARRIER سے کہیں آگے چلے گئے۔

حضرت محمد ﷺ کا خلائی وفضائی سفر کہیں طویل، وسیع الاطراف، انسان دوست، علم دوست اور انقلابی تھا جبکہ آج کے خلابازوں کا سفر اپنے اسفار اور مہموں کے اخراجات کرنے والی ایجنسیوں کے تسخیر کائنات کے ہولناک منصوبوں اور تذلیل انسانیت کے عزائم پر مبنی ہے۔

O خلائی وفضائی سفر کے مابہ الامتیاز پہلو

1۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے خلائی سفر کا انتظام چاند تک کے سفر یا مریخ تک کے سفر کے انتظامات سے کہیں زیادہ نازک، مشکل اور CHALLENGING تھا جس کا اندازہ ہم نہیں بلکہ NASA اور مغربی خلائی ادارے بخوبی کر سکتے ہیں۔ آج سے چودہ صدیوں قبل روشنی کی رفتار سے سفر کہ آئن سٹائن کے نظریۂ اضافت کی رو سے اس 'وجود' کے لئے وقت نہ گزرے ایک کٹھن مرحلہ تھا جو پورے اہتمام کے ساتھ کامیابی سے ہمکنار رہا۔

اس خلائی سفر سے متعلق سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں جو معلومات کتب میں درج ہیں اور لوگ دیکھ سکتے ہیں اور ان کو آج بھی جانچا جا سکتا ہے، کہ اس میں کسی انسان کو محض ذاتی دشمنی یا سیاسی یا سماجی فرق و تفاوت کی وجہ سے ہدف تنقید نہیں بنایا گیا بلکہ اس کاروبار جہاں بانی اور

شہر یاری کے سارے کرداروں کی کارکردگی کی بنیاد پر آخرت میں جو درجہ بندی ہوگی اور ایک ابدی زندگی کا فیصلہ ہوگا اس کا ذکر ہے۔ جو لوگ انسان دوست اور خدا شناس و وحی شناس رویوں کے ساتھ زندگی بسر کریں گے ان کے لئے پر آسائش دائمی زندگی ہے جہاں انسان پر بڑھاپا طاری (AGING EFFECT) نہیں ہوگا اور انسان ہمیشہ 'جوان' رہے گا۔ جبکہ وہ لوگ جو انسان دشمنی اور اخلاق دشمنی کے رویوں کے تحت زندگی گزاریں گے جو نتیجہ ہے خدا بیزاری اور وحی دشمنی کی سوچ کا، تو ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی 'سزا' ہوگی اور یہ ایک آگ ہے دائمی۔ اعاذنا اللہ من ذالک

2۔ خالق ارض و سما نے اپنے فرستادہ آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو یہ خلائی سفر اس موقع پر کرایا یا بالفاظ دیگر آپ ﷺ کو آپ پاس بلایا جب دنیاوی اعتبار سے آپ کی دس سالہ تحریکی و انقلابی جدوجہد اپنے ابتدائی مراحل میں تھی اور دعوت، تربیت، تنظیم کے ساتھ ساتھ شدید قسم کے معاشرتی دباؤ اور با اثر قوتوں کی طرف سے تشدّد اور تعذیب کے ردّعمل (PASSIVE RESISTANCE) سے گزر رہی تھی۔ ابھی طائف کے سفر کا مرحلہ گزرا تھا۔ ابھی عام الحزن کی غمگینی ماند نہیں پڑی تھی۔ ابولہب چچا ہونے کے باوجود آسمانی وحی کا دشمن تھا اور خدا بیزار رویّوں کا حامل تھا۔ اس نے بنو ہاشم کی سرداری کا تاج سر پر رکھتے ہی حضرت محمد ﷺ کو لبرل اور سیکولر سوچ کی مخالف تعلیمات کی وجہ سے بنو ہاشم سے نکال دیا تھا جس کا فوری اثر یہ سامنے آیا کہ اب آپ ﷺ کسی بھی وقت قتل کیے جا سکتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی دعوت کے آغاز سے فتح مکہ کا زمانہ 20 سال کا عرصہ ہے اور اگر اسی 20 سالہ جدوجہد کا نصف دیکھیں یعنی 10 سال تو طائف کے سفر سے واپسی کا زمانہ ہے۔ دنیاوی اعتبار سے کارکردگی کے تجزیہ کے لئے جو بھی گراف بنا لیں ان پیمانوں میں کوئی حوصلہ افزا شکل نہیں بن سکتی۔

3۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعوت کے لیے نئے راستے کھولے اور کامیابی سے ہمکنار فرمایا ___ ایسے حوصلہ شکن اور بظاہر 'مایوس کن' اور 'نامساعد' حالات میں آپ ﷺ کا یہ آسمانی سفر ___ خالق کائنات اور 'انسان' کے درمیان ایک زندہ تعلق، ایک محبت کے رشتے، ایک مشفق، ایک دردِ دل دینے والا نہیں درد دل دے کر اس کو سہارا دے کر درد بانٹنے والے 'ربّ' اور 'رءوف و رحیم' اِلٰہ کی شانوں کو ایک مذہبی تجربہ یعنی RELIGIOUS EXPERIENCE بنانے والا

سفر تھا۔ بقول اقبال ؎
بر عقل فلک پیما ترکانہ شبیخوں بہ
یک ذرّہ دردِ دل از علم فلاطون بہ

4۔ اس سفر نے ختم نبوت کے بعد انسانی سطح پر کام کرنے والے ہزاروں لاکھوں تمام مخلص مسلمانوں کے لئے میدان عمل کو قابل عمل بنا دیا کہ ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے ہمیں دیکھ رہا ہے ہم ہر وقت اس کی نگاہ میں ہیں۔

آپ ﷺ نے جیسا کہ فرمایا کہ مکّہ میں 13 سال کی دعوتی زندگی میں جتنا مجھے ستایا گیا اتنا تمام انبیاء کرام کو مجموعی طور پر بھی نہیں ستایا گیا۔ یہی وجہ ہوسکتی ہے کہ سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو جب فرعون کے دربار میں جا کر آسمانی ہدایت کی دعوت دینے کا مرحلہ آیا تو حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی مجھے دیکھ کر فرعون غصے میں بپھر جائے گا اور وہ سختی پر اتر آئے گا۔ چنانچہ سورہ طٰہٰ میں تسلی دی گئی کہ آپ جاؤ! اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی (میں تمہارے ساتھ ہوں گا میں سنتا اور دیکھتا ہوں) اس تسلی سے وہ مرحلہ سر ہو گیا۔ مگر حضرت محمد ﷺ کو جس قدر ستایا گیا اس کا اندازہ اس دعا سے ہوسکتا ہے جو آپ ﷺ نے سفر طائف میں مانگی ہے۔

ان حالات کا منطقی تقاضا تھا کہ خالق کائنات آپ کو تسلی و تشفی کے تمام ممکنہ رُوپ دکھا دیتا اور تمام ممکنہ انداز میں دل جوئی فرماتا اور 'ذاتی' طور پر تسلی دیتا کہ 'شانِ پیغمبرؐ' کے شایانِ شان حوصلہ اور جرأت پیدا ہوتی۔ (جیسے ماں کی شفقت بچے کو آغوش میں لے لیتی ہے)

5۔ مزید برآں ـــــ یہ سفر آپ ﷺ کی خواہش پر نہیں بلکہ خالق کائنات کی اپنی منصوبہ بندی اور ختم نبوّت کے ساتھ کارِ نبوت کو ابدی اور انسانی دسترس کے قابل بنانے کے کام کی تربیت کا ایک حصہ بنا کر ممکن بنایا گیا کہ آپ کے تجربات و مشاہدات رہتی دنیا تک انسانیت کے لئے 'روشن چراغ' ثابت ہوسکیں۔

6۔ آپ ﷺ کے اس خلائی و فضائی کی سفر کی اہمیّت و افادیّت اس لحاظ سے بھی بڑی قابل لحاظ اور فکر انگیز ہے کہ اس سفر معراج کی عدمِ موجودگی میں عظمت انسانی، اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کا مقام و مرتبہ اور 'عبد و معبود' کے تعلق کے کئی گوشے اور ابواب بند ہی رہتے اور کبھی کھل نہ سکتے۔ مقامِ بندگی اور مقام عاشقی کے سفر کی کئی مصلحتیں اور واردات قلبی کے مقاماتِ عالیہ

کا تجربہ بھی نہ ہو پاتا جو پہلے آپ ﷺ کو ہوا اور آپ ﷺ کی وساطت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوا اور بعدازاں مرحلہ وار درجہ بدرجہ قیامت تک جاری رہے گا۔

7۔ علم کی دنیا میں یہ سوال بنیادی نوعیّت کا ہے کہ جب اس کائنات کا خالق و مالک و ربّ ایک عظیم ہستی ہے وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا اس کی صفات ذاتی، لامحدود اور ہمیشہ رہنے والی ہیں اور تمام مخلوقات بشمول انسان (ماسوی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو کچھ ہے) کی صفات عطا کردہ، حادث اور محدودیّت کی حامل ہیں تو قدیم ذات سے حادث مخلوقات کیسے وجود میں آ گئیں اگرچہ ظاہر ہے کہ ہر حادث مخلوق کے پیچھے قدیم ذات اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی شان قدیمی یا ازلی تجلی ملحق ہے وگرنہ حادث کا وجود حاصل کر لینا ناقابل فہم ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا سفر معراج پر تشریف لے جانا اور 'بخیر و عافیت' واپس تشریف لے آنا اس ربط حادث بالقدیم کی نوعیت پر روشنی ڈالتا ہے اور قیامت تک یہ واقعہ انسانی ذہن کے لیے معرفت خداوندی، حقیقت انسان اور حقیقت زندگی پر پڑے پردوں کو ہٹا کر 'بندے' کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام بھی کراتا رہے گا اور 'بندے' کا اللہ تعالیٰ سے تعلق بھی واضح کرتا رہے گا۔

یہ واقعہ معراج قربِ قیامت کے اس دور میں جب کہ انسان خلائی و فضائی میدانوں میں بھی کامیابیوں کے جھنڈے گاڑ رہا ہے، موجودہ مغربی علوم پر جمی ہوئی سیکولرازم اور لبرل ازم کی گرد کی دبیز تہوں کو ہٹا کر آسمانی بادشاہ (ربّ اور خالق) کا تصوّر، آسمانی ہدایت کا تصوّر، وحی، پیغمبری (PROPHET HOOD)، آسمانی بادشاہت، حقیقی مساواتِ انسانی، عفّت و عصمت اور روحِ انسانی کے تصوّر کے جلو میں اخلاق، ضمیر، نیکی اور برائی کے تصوّرات کو ہر مرحلہ پر میں آشکارا کرتا رہے گا۔

8۔ سفر معراج میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور قربِ الٰہی کی اعلیٰ ترین ممکنہ مقام تک رسائی وہ بیش بہا 'فتوحات' ہیں جو اس محیرّ العقول واقعہ کے تابندہ ابواب ہیں۔ اس تاریخی اور عظمت انسانی کے نادر موقع پر آپ ﷺ کو نماز کا تحفہ عطا کیا گیا اور اس کو سہل بنایا گیا۔ قرآن مجید کا ایک حصہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات عطا ہوئیں اور گویا نزولِ وحی کی اعلیٰ ترین 'ممکنہ صورت' کی تکمیل ہوگئی۔

9۔ قرآن مجید کلام اللہ ہے اور آسمانی ہدایت کے فلک پر روشن آفتاب کی مانند ہے،

تورات چاند ہے تو زبور، انجیل اور دیگر صحیفے روشن ستارے ہیں۔ قرآن مجید کو بطور 'کتاب' اتارا گیا اور تعارف کرایا گیا ہے۔ قرآن مجید کے ابتداء میں ہے: ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ ''یہ قرآن مجید وہ (موعود) کتاب ہے (جس کا تذکرہ تورات و انجیل میں پیشگی رقم تھا)، اس (کتاب کے من جانب اللہ ہونے میں اور اس کے مضامین کی صحت) میں شک و شبہ (کا امکان) نہیں'۔

10۔ تعلیمی اداروں اور علم کی دنیا میں یہ بات تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ کسی کتاب کے پڑھانے والے معلّم ـــــ کتاب کے دینے والے (عام اصطلاح میں مصنف) سے واقف ہوں، ملاقات ہو، شرفِ تلمذ ہو، رابطہ ہو تو نہایت قابل فخر سمجھا جاتا ہے اور شاگردوں کی نگاہ میں ایسا معلم حقِ تعلیم ادا کرنے کا اہل سمجھا جاتا ہے۔

یہی نہیں ـــــ اگر کوئی معلم پڑھائی جانے والی کسی کتاب میں درج تمام اہم مقامات کا خود سفر کر کے وہاں کے جغرافیائی، ماحولیاتی اور موسمی حالات سے واقف ہو۔ کتاب میں درج اہم شخصیات سے واقف ہو اور ملاقات ثابت ہو۔ مختلف علاقوں کے نظریات، رہن سہن، زبان اور باہمی میل جول کے رویوں سے آگاہ ہو ـــــ ایسا معلم ہی یقیناً سب کے نزدیک ایک مثالی معلم قرار پائے جانے کا مستحق ہے۔ ایسے تعلقات اور ذاتی مشاہدات کی وجہ سے اس کتاب کی بھی اہمیت و صداقت بڑھے گی۔ تعلیمات اور مشمولات کی حتمیّت میں اضافہ ہوگا اور سارے معاملات 'خیالی جنت' نہیں حقائق کی دنیا میں ٹھوس زمینی حالات و واقعات قرار پائیں گے۔

دنیا میں معدودے چند اساتذہ ایسے ہوں گے اور قلیل تعداد میں کتابیں ایسی ہوں گی جو اوپر درج معیار پر صرف 20-25 فی صد ہی پورے اُتریں گے پھر بھی ایسا معلّم اور اس معلّم کی عطا کردہ کتاب 'معیاری' قرار پائے گی اور عزت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

11۔ قرآن مجید ایک کتاب ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کتاب کو دنیا کے سامنے پیش کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ اس کے معلّم بن کر آئے اور آپ نے ہزاروں لاکھوں لوگوں کو اس کتاب کی تعلیم دی اور یہ تعلیمات نہ صرف ازبر کرائیں بلکہ ان پر عمل درآمد کرایا اور اعلیٰ ترین شکل میں بلا جبر و کسر لاگ اور حقیقی اجتماعیت بھی قائم کرا دی اور کتاب کے مطابق سیرت و کردار کے اعلیٰ نمونے بھی انسانی ماحول میں پیش کر دیے کہ دنیا تسلیم کرتی ہے اور دشمن بھی مانتے ہیں کہ آپ ﷺ

نے اس کتاب کے اصولوں کے مطابق ایک بڑا قابل لحاظ معاشرہ قائم فرمایا، ایک عظیم سلطنت کی داغ بیل ڈالی، جنگ واَمن کے اَدوار میں تعلیمات پرعمل کیا اور پبلک لائف تو پبلک لائف ہوتی ہے اس میں آپ ﷺ کا کردار بہت اونچا ہے کہ یورپی مصنّفین H.G.WELLS اور MONTGOMERY WATT کے علاوہ THE HUNDREDS کا مصنف بھی MICHAEL HEART اعلیٰ انسانی تعریفی الفاظ کی سب سے اونچی SUPER-LATIVE DEGREE میں اتنے الفاظ جمع کر دیتا ہے کہ کسی اور انسانی شخصیت کے بارے میں شاید ہی کہیں مثال مل سکے۔

پبلک لائف کے ساتھ آپ ﷺ کی نجی زندگی اور نجی زندگی کے بھی اندرونی گوشے اس کتاب کی تعلیمات کے رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بلکہ یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ قرآن مجید کو دیکھ کر آپ نے اپنے اخلاق ترتیب دیے یا خالق کائنات نے آپ ﷺ جیسی مثالی شخصیت بنائی اور آپ کے ہمہ اخلاق کریمہ کو قرآن مجید قرار دے دیا* اور مجسم قرآن قرار پائے (کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن۔ عن عائشة رضی اللہ عنہا) گویا آپ نے اس مادی دنیا کو روشنی بخشی۔ مادی دنیا میں BLACK MATTER کا تصور ہے اور روشنی ایک علیحدہ شے ہے۔ اخلاقی سطح پر آپ ﷺ کی تعلیمات اور کردار نے اس تیرہ خاکدان (سیاہ مادہ والی دنیا) کو منوّر فرما دیا۔

ہمہ نور کرد ایں خاکداں	کَشَفَ الدُّجی بِجَمَالِهٖ
خلقش ہمے قرآن گشت	حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِهٖ

اور یقیناً انسان کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اس عظیم انسان (ﷺ و فداہ آباء و نا وامهاتنا) کی عظمت کے بیان سے اپنی زبان کو تر رکھے۔

با رب چوں باشی ہم زباں	صَلُّوا عَلَیْهِ وَ آلِهٖ

12۔ ذاتی سطح پر ان اخلاقِ عالیہ کے حامل تھے وہ معلم، جو قرآن مجید دنیا کو دینے آئے تھے اور آپ کے فضائل کے روشن باب میں جو گوشے آفتاب و ماہتاب سے زیادہ روشن ہیں وہ یہ ہیں کہ:

غالبؔ

---

* ؎ تقدیر از وجود تو شیرازہ بستہ است مجموعۂ مکارم اخلاق کردگار

☆ آپ نے اس قرآن میں درج اہم پیغمبروں (علیہم السلام) سے شب معراج ملاقات فرمائی اور امامت بھی فرمائی۔ ☆ آپ نے ان اہم پیغمبروں کے علاقوں کو خود دیکھا۔ ☆ آپ نے اس قرآن مجید میں درج آسمانوں اور زمینوں، چاند، افلاک اور کہکشاؤں کا بھی مشاہدہ فرمایا۔

☆ آپ نے عرش، کرسی، لوحِ محفوظ، سدرۃ المنتہیٰ، فرشتوں، جنت، دوزخ غرض قرآن مجید کے متن میں درج ہر اہم مقام، اہم شخصیت، علاقہ، نباتات، پھل، سبزی، حتیٰ کہ انسانی رویوں اور متعلقہ زبانوں اور لوگوں تک میل جول کے اسباب کا مشاہدہ فرمایا اوران کا علم بہم پہنچایا۔ حتیٰ کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور شب معراج اللہ سے ممکنہ قرب کے ماحول میں گفتگو کر کے متکلّم سے بھی شرفِ ملاقات حاصل کیا (بلکہ بلاتشبیہ 'آٹوگراف' لینے کے انداز میں ثبوت کے لئے اس کا تذکرہ خود قرآن مجید کے متن میں کرادیا تاکہ سند رہے۔ اس بے مثل و بے مثال معلم نے قرآن مجید جیسی کتاب دنیا کو دی اور اس کی تشریح فرمائی۔ آپ جیسی تشریح نہ کوئی مفسّر کرسکتا ہے نہ معلّم، غیر مسلم تو کیا تشریح کریں گے کہ ان کی زندگیاں اس کتاب پر عمل کے نورانی پہلو سے عاری ہوتی ہیں، خود مسلمان مفسرین (چاہے متقدمین ہوں یا متاخرین) اس کتاب کی تفسیر کے باب میں اوپر درج کتنی شرائط پر پورا اترتے ہیں۔ ان عظیم انسانوں کا وقیع کام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے سامنے سراسر جزوی اور عشرِ عشیر کی مثال ہے۔

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی جامع و مانع ایسی تشریح وتفسیر ــــــ بیان نہ کرپاتے اگر یہ واقعۂ معراج نہ ہوتا ــــــ بڑے خوش نصیب ہیں وہ انسان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) جنھوں نے ایسے منفرد مفسّر قرآن اور معلّم قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تفسیر وتشریح سیکھی اور آگے بیان کی، اس پر عمل کیا درجہ بدرجہ (ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ کے مصداق) قرآن مجید کی تشریح کا کام آج بھی جاری ہے۔ اور صحابہ کرام کی تشریحات کا بھی اعلیٰ مقام اور سند کا درجہ پانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور شاگردی کی وجہ سے ہے۔ اور کتنی بدنصیبی بلکہ کم بختی اور سیاہ بختی ہے ان مسلمان زعماء کی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تفسیر قرآن کے حق کو تسلیم ہی نہیں کرتے یعنی منکرین حدیث۔ رہے غیر مسلم مفسرین اور فلسفی تو وہ تو اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے بقول اقبال

بوعلی اندر غبار ناقہ گم دست رومی پردہ محمل گرفت

☆ حضرت محمد ﷺ کے خلائی سفر کے انسانیت کے لئے روشن پہلو مذکور ہوئے جو آج بھی تروتازہ ہیں اور قیامت تک دکھی انسانیت کے لئے تازہ ہوا کا کام دیتے رہیں گے۔

☆ جہاں تک عصر حاضر کے خلائی اسفار پر کھربوں ڈالر خرچ کرنے والے عالمی سودخور مافیا کا معاملہ ہے وہ اہل علم جانتے ہیں تین چار صدیاں قبل یورپ میں علمی وصنعتی ترقی کے ساتھ یورپی اقوام اپنے مال کی کھپت اور خام مال کے حصول کے لئے دنیا کے دُور افتادہ اور بے آباد جگہوں سمیت تمام علاقوں پر قابض ہوگئیں اور مقامی آبادیوں کو اپنے فرعونی اور خدائی تصورات کی تکمیل کے لئے غلام بنالیا۔ اس کے لئے کس حد تک تشدد اور مظالم کرنے پڑے وہ ROMAN TORTURE کا باب انٹرنیٹ پر دیکھ لیں کہ ـــــ جدید یورپی تہذیب کا آئیڈیل یونانی بت پرستی کے توہماتی تصوّرات ہیں اور رومی طرز حکومت ہے یا امریکہ والوں سے پوچھ لیں جہاں برطانیہ نے کولمبس کے بعد قبضہ کر لیا تھا اور جارج واشنگٹن جیسے جرنیلوں کو برطانیہ کے خلاف قربانیاں دے کر آزادی حاصل کرنی پڑی جس کے لیے امریکی عوام داد دیے جانے کے مستحق ہیں۔ جنوبی ایشیا میں یہ جنگ آزادی پہلے 1857ء میں لڑی گئی اور دوبارہ 47-1940ء میں جس کے نتیجے میں برطانوی استعمار کو گھر کا راستہ دکھایا گیا۔ افسوس کہ آج امریکہ پر قابض حکومت افغانستان میں، عراق میں، لیبیا میں، وسطی افریقہ کے ممالک میں، کشمیر میں، برطانیہ کے امریکہ پر قبضہ کی طرح غاصب طاقت کا ساتھ دیتی ہے اور جارج واشنگٹن کی طرح آزادی کے لیے لڑنے والے مقامی لوگوں کو ُدہشت گرد' قرار دیتی ہے۔

☆ حضرت محمد ﷺ کا سفر معراج نسل انسانی کی عظمت کی دلیل ہے اور روحِ انسانی کی پاکیزگی کے ساتھ نگاہ کی پاکیزگی، خیال کی بلندی اور ذوقِ لطیف کا آئینہ دار ہے جبکہ مغربی دنیا کے خلائی اسفار فضائی کروں پر پہلے پہنچ کر قبضہ کر لینے اور چاند پر آبادکاری کے ذریعے اثاثے بنانے کے سوا کچھ نہیں۔ چند دہائیوں بعد آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ کس کے عزائم کیا تھے۔

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب   کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید   ضمیر پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

اقبالؒ ـــــــــــــ

چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور جدید سائنس

(خلائی ادارہ ناسا کی زیر بحث تازہ رپورٹ کی روشنی میں)

طارق اقبال

ڈاکٹر زغلول النجار، سربراہ سائنس حقائق کمیٹی جدہ

(بشکریہ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، فروری مارچ ۲۰۱۶)

اپالو10 اور 11 کے ذریعے ناسا نے چاند کی جو تصویر لی ہے اس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ زمانہ ماضی میں چاند دو حصہ میں تقسیم ہوا تھا۔ یہ تصویر ناسا کی سرکاری ویب سائٹ پر موجود ہے اور تا حال تحقیق کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

ناسا ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچی ہے۔ اس تصویر میں را کی بیلٹ کے مقام پر چاند دو حصوں میں تقسیم ہوا نظر آتا ہے۔ ایک ٹی وی انٹرویو میں مصر کے ماہر ارضیات ڈاکٹر زغلول النجار سے میزبان نے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ O وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّO وَ كَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّO

''قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔ انھوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے۔''

ڈاکٹر زغلول کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ میں ماہر ارضیات کے پروفیسر ہیں۔ قرآن مجید میں سائنسی حقائق کمیٹی کے سربراہ ہیں۔ اور مصر کی سپریم کونسل آف اسلامی امور کی کمیٹی کے بھی سربراہ ہیں۔ انھوں نے میزبان سے کہا کہ اس آیت کریمہ کی وضاحت کے لیے میرے پاس ایک

واقعہ موجود ہے انھوں نے اس واقعہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ میں برطانیہ کے مغرب میں واقع کارڈف یونیورسٹی میں ایک لیکچر دے رہا تھا جس کو سننے کے لیے مسلم اور غیر مسلم طلبا کی کثیر تعداد موجود تھی۔ قرآن میں بیان کردہ سائنسی حقائق پر جامع انداز میں گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک نومسلم نوجوان کھڑا ہوا اور مجھے اسی آیت کریمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ سر کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور فرمایا ہے، کیا یہ قرآن میں بیان کردہ ایک سائنسی حقیقت نہیں ہے۔ ڈاکٹر زغلول النجار نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ نہیں! کیونکہ سائنس کی دریافت کردہ حیران کن اشیاء یا واقعات کی تشریح سائنس کے ذریعے کی جاسکتی ہے مگر معجزہ ایک مافوق الفطرت شے ہے، جس کو ہم سائنسی اصولوں سے ثابت نہیں کرسکتے۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا ایک معجزہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت محمدیؐ کی سچائی کے لیے بطور دلیل دکھایا۔ حقیقی معجزات ان لوگوں کے لیے قطعی طور پر سچائی کی دلیل ہوتے ہیں جو ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہم اس کو اس لیے معجزہ تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اس کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ اگر یہ ذکر قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہوتا تو ہم اس زمانے کے لوگ اس کو معجزہ تسلیم نہ کرتے۔ علاوہ ازیں ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

پھر انھوں نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ احادیث کے مطابق ہجرت سے 5 سال قبل قریش کے کچھ لوگ حضور ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے سچے نبی ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ انھوں نے ناممکن کام کا خیال کرتے ہوئے کہا کہ اس چاند کے دو ٹکڑے کردو۔ چنانچہ حضور ﷺ نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے حتیٰ کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو اس کے درمیان دیکھا یعنی اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور ایک ٹکڑا اس طرف ہوگیا۔ ابن مسعود فرماتے ہیں سب لوگوں نے اسے بخوبی دیکھا اور آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو، یاد رکھنا اور گواہ رہنا۔ کفار مکہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ ابن ابی کبشہ یعنی رسول اللہ ﷺ کا جادو ہے۔ کچھ اہل دانش لوگوں کا خیال تھا کہ جادو کا اثر صرف حاضر لوگوں پر ہوتا ہے اس کا اثر ساری دنیا پر تو نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ اب جو لوگ سفر سے واپس آئیں ان سے پوچھو

کہ کیا انہوں نے بھی اس رات چاند کو دو ٹکڑے دیکھا تھا۔ چنانچہ جب وہ آئے ان سے پوچھا، انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ ہاں فلاں شب ہم نے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ کفار کے مجمع نے یہ طے کیا تھا کہ اگر باہر کے لوگ آ کر یہی کہیں تو حضور ﷺ کی سچائی میں کوئی شک نہیں۔ اب جو باہر سے آیا، جب کبھی آیا، جس طرف سے آیا ہر ایک نے اس کی شہادت دی کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس شہادت کے باوجود کچھ لوگو نے اس معجزے کا یقین کر لیا مگر کفار کی اکثریت پھر بھی انکار پر اڑی رہی۔

اسی دوران ایک برطانوی مسلم نوجوان کھڑا ہوا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میرا نام داد موسی پیٹ کاک ہے۔ میں اسلامی پارٹی برطانیہ کا صدر ہوں۔ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا کہ سر! اگر آپ اجازت دیں تو اس موضوع کے متعلق میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے تم بات کر سکتے ہو! اس نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے میں مختلف مذاہب کی تحقیق کر رہا تھا، ایک مسلمان دوست نے مجھے قرآن شریف کی انگلش تفسیر پیش کی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے گھر لے آیا۔ گھر آ کر جب میں نے قرآن کو کھولا تو سب سے پہلے میری نظر جس صفحے پر پڑی وہ یہی سورۃ القمر کی ابتدائی آیات تھیں۔ ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کے بعد میں نے اپنے آپ سے کہا کہ کیا اس بات میں کوئی منطق ہے کیا یہ ممکن ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہوں اور پھر آپس میں دوبارہ جڑ جائیں۔ وہ کونسی طاقت تھی کہ جس نے ایسا کیا؟ ان آیات نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں قرآن کا مطالعہ برابر جاری رکھوں۔ کچھ عرصے کے بعد میں اپنے گھریلو کاموں میں مصروف ہو گیا مگر میرے اندر سچائی کو جاننے کی تڑپ کا اللہ تعالیٰ کو خوب علم تھا۔

یہی وجہ ہے کہ خدا کا کرنا ایک دن ایسا ہوا کہ میں ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، ٹی وی پر ایک باہمی مذاکرے کا پروگرام چل رہا تھا۔ جس میں ایک میزبان کے ساتھ تین امریکی ماہرین فلکیات بیٹھے ہوئے تھے۔ ٹی وی شو کا میزبان سائنسدانوں پر الزامات لگا رہا تھا کہ اس وقت جب کہ زمین پر بھوک، افلاس، بیماری اور جہالت نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں، آپ لوگ بے مقصد خلا میں دورے کرتے پھر رہے ہیں، جتنا پیسہ آپ ان کاموں پر خرچ کر رہے ہیں وہ اگر

زمین پر خرچ کیا جائے تو کچھ اچھے منصوبے بنا کر لوگوں کی حالت کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ بحث میں حصہ لیتے ہوئے اور اپنے کام کا دفاع کرتے ہوئے ان تینوں سائنسدانوں کا کہنا تھا کہ یہ خلائی ٹیکنالوجی زندگی کے مختلف شعبوں اور ادویات، صنعت اور زراعت کو وسیع پیمانے پر ترقی دینے میں استعمال ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سرمائے کو ضائع نہیں کر رہے بلکہ اس سے انتہائی جدید ٹیکنالوجی کو فروغ دینے میں مدد مل رہی ہے۔ جب انہوں نے بتایا کہ چاند کے سفر پر آنے جانے کے انتظامات پر ایک کھرب ڈالر خرچ آتا ہے تو ٹی وی میزبان نے چیختے ہوئے کہا کہ یہ کیسا فضول پن ہے؟ ایک امریکی جھنڈے کو چاند پر لگانے کے لئے ایک کھرب ڈالر خرچ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ سائنسدانوں نے جواباً کہا کہ نہیں! ہم چاند پر اس لئے نہیں گئے کہ ہم وہاں جھنڈا گاڑ سکیں بلکہ ہمارا مقصد چاند کی بناوٹ کا جائزہ لینا تھا۔ دراصل ہم نے چاند پر ایک ایسی دریافت کی ہے کہ جس کا لوگوں کو یقین دلانے کے لئے ہمیں اس سے دوگنی رقم بھی خرچ کرنا پڑ سکتی ہے۔ مگر تاحال لوگ اس بات کو نہ مانتے ہیں اور نہ کبھی مانیں گے۔ میزبان نے پوچھا کہ وہ دریافت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ایک دن چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تھے اور پھر یہ دوبارہ آپس میں مل گئے۔ میزبان نے پوچھا کہ آپ نے یہ چیز کس طرح محسوس کی؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے تبدیل شدہ چٹانوں کی ایک ایسی پٹی وہاں دیکھی ہے کہ جس نے چاند کو اس کی سطح سے مرکز تک اور پھر مرکز سے اس کی دوسری سطح تک کو کاٹا ہوا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم نے اس بات کا تذکرہ ارضیاتی ماہرین سے بھی کیا ہے۔ ان کی رائے کے مطابق ایسا ہرگز اس وقت تک نہیں ہو سکتا کہ کسی دن چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ہوں اور پھر دوبارہ جڑ بھی گئے ہوں۔

برطانوی مسلم نوجوان نے بتایا کہ جب میں نے یہ گفتگو سنی تو اپنی کرسی سے اچھل پڑا اور بے ساختہ میرے منہ سے نکلا کہ اللہ نے امریکیوں کو اس کام کے لئے تیار کیا کہ وہ کھربوں ڈالر لگا کر مسلمانوں کے معجزے کو ثابت کریں، وہ معجزہ کہ جس کا ظہور آج سے 14 سو سال قبل مسلمانوں کے پیغمبر کے ہاتھوں ہوا۔ میں نے سوچا کہ اس مذہب کو ضرور سچا ہونا چاہیے۔ میں نے قرآن کو کھولا اور سورۃ القمر کو پھر پڑھا۔ درحقیقت یہی سورۃ میرے اسلام میں داخلے کا سبب بنی۔

علاوہ ازیں انڈیا کے جنوب مغرب میں واقع مالابار کے لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ

مالا بار کے ایک بادشاہ چکراوتی فامس نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔اس نے سوچا کہ ضرور زمین پر کچھ ایسا ہوا ہے کہ جس کے نتیجے میں یہ واقعہ رونما ہوا۔ چنانچہ اس نے اس واقعے کی تحقیق کے لئے اپنے کارندے دوڑائے تو اسے خبر ملی کہ یہ معجزہ مکہ میں کسی نبی کے ہاتھوں رونما ہوا ہے۔اس نبی کی آمد کی پیشین گوئی عرب میں پہلے سے ہی پائی جاتی تھی۔ چنانچہ اس نے نبی ﷺ سے ملاقات کا پروگرام بنایا اور اپنے بیٹے کو اپنا قائم مقام بنا کر عرب کی طرف سفر پر روانہ ہوا۔ وہاں اس نے نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دی اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق جب وہ واپسی سفر پر گامزن ہوا تو یمن کے ظفر ساحل پر اس نے وفات پائی۔یمن میں اب بھی اس کا مقبرہ موجود ہے۔جس کو ''ہندوستانی راجہ کا مقبرہ'' کہا جاتا ہے اور لوگ اس کو دیکھنے کے لئے وہاں کا سفر بھی کرتے ہیں۔اسی معجزے کے رونما ہونے کی وجہ سے راجہ کے مسلمان ہونے کے سبب مالا بار کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔اس طرح انڈیا میں سب سے پہلے اسی علاقے کے لوگ مسلمان ہوئے۔ بعد ازاں انہوں نے عربوں کے ساتھ اپنی تجارت کو بڑھایا۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل عرب لوگ اسی علاقے کے ساحلوں سے گزر کر تجارت کی غرض سے چین جاتے تھے۔ یہ تمام واقعہ اور مزید تفصیلات لندن میں واقع ''انڈین آفس لائبریری'' کے پرانے مخطوطوں میں ملتا ہے۔جس کا حوالہ نمبر Arabic,2807,152-173 ہے۔

اس واقعہ کا ذکر محمد حمید اللہ نے اپنی کتاب ''محمد رسول اللہ ﷺ'' میں کیا تھا۔ ناسا کی یہ تصویر چاند پر پائی جانے والی کئی دراڑوں میں سے ایک دراڑ کی ہے۔ہم وثوق سے تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ وہی دراڑ ہے کہ جو معجزہ کے رونما ہونے کی بنا پر وجود میں آئی تھی مگر ہمارا ایمان ہے کہ معجزہ کے بعد چاند کی کچھ ایسی ہی صورتحال ہوئی ہوگی۔ بہرحال سائنسدانوں کے بیانات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم نے جس واقعہ کا ذکر آج سے 14 سو سال پہلے کیا تھا وہ بالکل برحق ہے، یہ نا صرف قرآن مجید کی سچائی کی ایک عظیم الشان دلیل ہے بلکہ یہ ہمارے پیارے نبی، امام الانبیاء کی رسالت کی بھی لاریب گواہی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو اکمل و کامل کرے اور ہمیں قرآن وحدیث کے مطابق اپنے عملوں کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

پاکستان کے نظریاتی نظامِ تعلیم کے محافظ

(عدلیہ، انتظامیہ، مقنّنہ اور میڈیا)

مغربی طاقتوں کے اسلام دشمن ایجنڈے کے آلہ کار کیوں بن گئے ہیں

پاکستان کا نظریاتی نظام تار تار کرنے کے لیے فرعونِ وقت ــــــ امریکہ کیا اور کس طرح رخنہ اندازی کر رہا ہے اس کا اندازہ ماہ اپریل میں چھپنے والی دو تحریروں کے بیک وقت مطالعہ سے کیا جا سکتا ہے۔

اس 'نیک' کام میں کون کون 'حصہ' ڈال رہا ہے اور اس 'نیک' کام کے معاوضہ میں ڈالروں کی ایک بہتی گنگا میں سے کون کون اپنا حصہ وصول کر رہا ہے وہ بھی سامنے کی بات ہے۔

پہلی تحریر ایک موقر جریدہ 'پیام' اسلام آباد سے لی گئی جو ڈاکٹر شہزاد اقبال شام کی ہے جس میں اندرونِ ملک نصاب میں ترامیم کے جاری سلسلے کی طرف اشارے ہیں دوسری تحریر انگریزی روزنامہ 'ڈان' کی ایک خبر ہے جو اس اخبار کے واشنگٹن کے نمائندہ کے حوالے سے شائع ہوئی ہے (16-04-2016)۔

سامراجی طاقت امریکہ ایک صہیونی ادارہ UNO کے ذریعے اگر صرف اقلیتوں کے حقوق کی خاطر یہ کام کرا رہا ہے تو پڑوسی ملک بھارت میں بھی اقلیتوں کے حقوق کی خاطر 'مسلم اقلیت' کے حق میں کام ہوتا نظر آنا چاہیے تھا جو نہ صرف عنقا ہے بلکہ اس کے برعکس وہاں 'مسلم اقلیت' کے نصاب میں تبدیلی کر کے اس اقلیت ہی کو دبایا جا رہا ہے جس سے یہ بات عیاں ہے کہ اصل ایجنڈا مسلمانوں کو ہی دبانا ہے۔ کاش ہمارے ملک کے ذمہ داران اس مغربی 'چال' کو سمجھ کر اپنا فرض ادا کر سکیں۔ (ادارہ)

1

ازخودنوٹس کی حدوداور تعلیمی نصاب

ڈاکٹر شہزاد اقبال شام

''پاکستان اسٹڈیز انٹرمیڈیٹ کے نصاب میں تحریک خلافت میں گاندھی کے کردار پر معروضی انداز میں نظرثانی کی جائے۔'' یہ تعلیمی سفارش 1937ء میں ہندستان کے صوبوں میں قائم کانگریسی حکومت کے کسی متعصب راہنما کی نہیں ہے، پنجاب کی موجودہ مسلم لیگی حکومت کی نگرانی میں لاہور کے کالجوں میں دو پروفیسر صاحبان اور ایک انتظامی افسر پر مشتمل ایک کمیٹی نے رواداری اور روشن خیالی کے فروغ کے لیے جوسفارشات مرتب کی ہیں، یہ ان میں سے ایک چاول ہے۔ملکی اور صوبائی سطح پر مختلف نصاب میں چندمزید مجوزہ تبدیلیاں ملاحظہ ہوں۔ بریکٹ میں ہم نے اپنا تبصرہ دیا ہے:

1۔ ''طلبا کو پڑھایا جائے کہ محمد ﷺ سابقہ مذاہب کی تنسیخ کے لیے نہیں آئے بلکہ ابراہیم، موسیٰ، داوٗد، سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام کا پیغام وہی تھا جو محمد ﷺ کا ہے''۔(گویا یہودیت اور مسیحیت اپنی موجودہ شکل میں وہی مذاہب ہیں جو مذکورہ پیغمبروں کے تھے۔اسے قرآنی آیات کی تحریف کہا جائے یا استخفاف؟)

2۔ ''تحریک پاکستان کا ازسرنو معروضی جائزہ لے کر اس میں اقلیتوں کا کردار اجاگر کیا جائے''۔(یہ معروضی جائزہ مسلم لیگ کے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل 1955ء میں یوں لے چکے ہیں۔''حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا قیام مسلمان اور صرف مسلمان قوم کی جدوجہد اور قربانیوں کے نتیجہ میں عمل میں آیا ہے۔یہی نہیں بلکہ ہماری آبادی کے دوسرے تمام عناصر خصوصاً ہندوقوم نے

پاکستان کو وجود میں نہ آنے دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ڈان، 23 دسمبر 1955ء''۔ معروضی انداز میں بتایا جائے کہ کیا اختلاف کی کوئی گنجائش ہے)

3۔ ''یورپ میں احیاءِ علوم کی تفصیلات نصاب میں شامل ہوں''۔ (مغربی فکر کے مطابق یونانی عہد کے بعد انسانیت پر ایک تاریک دور (DARK AGE) آیا جس کا خاتمہ، یورپی صنعتی انقلاب کے ذریعے ہوا۔ اس ''تاریک دور'' میں مسلمانوں کا عہدِ زریں شامل ہے جس میں عورت کو پہلی دفعہ مرد کے برابر قرار دے کر اسے جائیداد کا حق دیا گیا۔ برطانیہ میں عورت کو یہ حق 1935ء میں ملا۔ جی ہاں! اب ہمارے بچے خلافت راشدہ کو عہدِ ظلمات کے طور پر پڑھیں گے)۔

محترم قارئین! یہ نمونے کی چند سفارشات ہیں جو پشاور میں ایک چرچ پر حملے کے ثمرات ہیں۔ دہشت گردی کی جنگ میں ایک اندازے کے مطابق پچاس ہزار سے زیادہ مسلمان مارے گئے اور مسلمان صبر اور شکر کے ساتھ یہ جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن ادھر ایک چرچ پر ستمبر 2013ء میں حملہ ہوا تو ملاحظہ ہو کہ ایک نادیدہ تسلسل کے ساتھ کیا کیا فیصلے ہوئے جن کا پاکستانی قوم کو احساس تک نہیں ہونے دیا گیا۔

ایک این جی او کی درخواست پر سپریم کورٹ نے اس چرچ پر حملے کا ازخود نوٹس لیا۔ اقلیتی برادریوں کی چند دیگر درخواستوں کو جمع کر کے اٹارنی جنرل، صوبائی ایڈووکیٹ جنرل اور دیگر متعلقہ افسران کو بلایا گیا۔ سماعت کے بعد معزز عدالت نے 19 جون 2014ء کو فیصلہ سنایا۔ یہ فیصلہ ازخود نوٹس پر تین فیصد اقلیتوں کے لیے تھا لیکن اس فیصلے سے ستانوے فی صد مسلمانوں کی نسلوں پر جو اثرات مرتب ہوں گے، انہیں تصور کر کے دل ڈوب جاتا ہے اور تماشا یہ ہے کہ مسلمان نہ اس مقدمے میں فریق تھے اور نہ انہیں سنا یا گیا۔ معزز عدالت نے حکم دیا کہ ''اسکول اور کالج کے درجات پر ایسا مناسب نصاب تشکیل دیا جائے جو مذہبی رواداری کی ثقافت کو فروغ دے''۔ فیصلے میں 1981ء میں اقوام متحدہ کی ایک قرارداد کا حوالہ دیا کہ ''بچے کو مذہب اور اعتقاد کی بنیاد پر کسی بھی قسم کے تعصب سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کی نشوونما سمجھ داری، رواداری، افراد کے مابین دوستانہ روابط، امن اور آفاقی بھائی چارے، مذہبی آزادی اور دوسرے اعتقاد کی تعظیم اس شعور کے ساتھ کی جائے گی کہ اس کی صلاحیتیں اور توانائی اپنے ساتھیوں کے لیے وقف ہوگی''۔

فیصلے کی نقل متعلقہ اداروں کو بھیجی گئی۔ پنجاب حکومت نے تین مقامی صاحبان پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی جس نے وہ سفارشات مرتب کیں جن کی ہلکی سی ایک جھلک آپ سطور گزشتہ میں دیکھ چکے ہیں۔ تین مقامی اور مطلقاً غیر معروف افراد کی ان سفارشات کو 2 فروری 2016ء کو پنجاب حکومت نے سرکاری و نجی جامعات کو اس ہدایت کے ساتھ ارسال کیا کہ ان سفارشارت پر عمل کر کے بالوضاحت بتایا جائے کہ نصاب میں کیا ترامیم کی گئیں اور جن کتب میں ترامیم کی گئیں وہ کتب بھی منسلک کی جائیں۔ اسی پر بس نہیں، جامعات امتحانی سوالات بھی اب ان تین غیر معروف افراد کے افکار کی روشنی ہی میں مرتب کیا کریں گی۔

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وطن عزیز میں کیا کیا بارودی سرنگیں بچھ رہی ہیں اور اس جمہوری ملک میں ستانوے فی صد آبادی کو پتہ ہی نہیں کہ آنے والی نسلوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اس مقدمے میں تمام فریقوں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ چرچ پر حملہ آور غلط نصابِ تعلیم کی پیداوار پاکستانی طلبا تھے۔ نصاب تعلیم عدم برداشت پر مبنی ہے (اس کا کوئی ثبوت فیصلے میں نہیں) چونکہ اس از خود نوٹس کے تمام متاثرین غیر مسلم افراد تھے، اس لیے نہ تو مسلمانوں میں سے کسی کو بطور فریق سنا گیا، نہ کسی سطح کے تعلیمی نصاب کی جانچ پرکھ کی گئی۔ نہ کسی جامعہ کے وائس چانسلر سے رابطہ کیا گیا۔ عدالت عظمیٰ کے مکمل احترام کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ ایک ایسا یک طرفہ (EX PARTY) فیصلہ ہے جس کے متعلقہ فریقوں اور متاثرین کو سنا ہی نہیں گیا۔ معزز جج صاحب نے فیصلہ تحریر کرتے وقت ان تمام حدود سے تجاوز کرتے ہوئے فیصلہ دیا ہے جو عدلیہ کے لیے پوری دنیا مسلمہ ہیں۔ اس فیصلے میں یہ حکم بھی موجود ہے کہ ایک خاص تربیت یافتہ پولیس فورس تشکیل دی جائے جو اقلیتی عبادت گاہوں کی حفاظت کرے۔ معزز عدالت نے اس مختصر سے حکم کے مضمرات پر شاید غور نہیں کیا۔ کل کو نجی اسکولوں کے مالکان دہشت گردی کے نام پر عدالت عظمیٰ میں چلے گئے تو ان کے لیے ایک نئی پولیس فورس کیوں نہ تشکیل دی جائے۔ فی الاصل عدلیہ کا کام ملکی قانون کے مطابق فیصلے کرنا ہوتا ہے نہ کہ انتظامی احکام جاری کرنا۔ اس کی بہترین مثال موجودہ چیف جسٹس صاحب نے قائم کی ہے: رینجر نے گزارش کی کہ ہمیں تھانے قائم کرنے کی اجازت دی جائے تو سپریم کورٹ نے واضح کیا کہ ہم قانون کے مطابق فیصلے کریں گے کسی کو انتظامی حکم نہیں دے سکتے۔

ذرااندازہ کریں کہ کتنی خاموشی اور تسلسل سے تبدیلیوں کی ایک رو چلتے چلتے مسلمانوں کی نسلوں کو لپیٹ میں لے آئی جنہیں سنا ہی نہیں گیا۔ دہشت گرد عالمی غنڈوں کے پروردہ لوگ ہیں ان کا عامہ الناس اور اسلام سے کیا تعلق؟ چرچ پر حملے کو جواز بنا کر ایک این جی او کی درخواست اور از خود نوٹس پر سماعت جس میں حقائق کا ذکر تک نہیں، یہ سارا فیصلہ مفروضوں پر مبنی ہے کیا چرچ کے ملزمان کہیں پکڑے گئے؟ اگر ہاں تو کیا ان پر کوئی ایسی جرح ہوئی جس میں انہوں نے اپنے اس فعل بد کو تعلیمی نظام کی پیداوار قرار دے کر کوئی اعتراف کیا ہو۔ کیا کسی نے نصاب تعلیم کا جائزہ لے کر اس کے توجہ طلب پہلو اجاگر کیے۔ یہ سب کچھ نہیں ہوا۔ از خود نوٹس کی تحدید اس قدر مختصر ہوا کرتی ہے کہ عدالتیں اس کوچے سے جلد از جلد نکلنے کی کوشش کرتی ہیں۔ زیر نظر فیصلے میں معزز عدالت کے سامنے ایک اقلیتی عبادت گاہ پر حملے کی مرتکبین کی گرفتاری مسئلہ تھا لیکن معزز جج صاحب نے نادیدہ و نامعلوم مجرموں کو اوّلاً مسلمان فرض کیا پھر یہ فرض کیا کہ ملکی نظام تعلیم ان مسلمانوں کی تربیت کا ذمہ دار ہے۔ لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ نصاب تعلیم تبدیل کیا جائے۔

اس قصے میں کوئی ایک لطیفہ سرزد ہوا تو اس کا ذکر کیا جائے۔ جامعات دنیا بھر کی طرح اپنے ملک میں بھی خودمختار ادارے ہیں۔ حکومتیں ان سے تحقیق اور جستجو کی درخواست تو کر سکتی ہیں، انہیں کوئی حکم نہیں دے سکتیں۔ حکم دینے کے لیے متعلقہ پارلیمان جامعہ کے ایکٹ میں ترمیم لازم ہے۔ اس زیرنظر مقدمے میں حکومت پنجاب نے لاہور کے تین مقامی کالجوں کے تین افراد (ان تین میں سے ایک صاحب انتظامی عہدے دار ہیں اور صرف ایک پی ایچ ڈی ہیں) پر مشتمل ایک کمیٹی سفارشات مرتب کرنے کے لیے قائم کی۔ یہ اصحاب علمی دنیا میں کتنے معروف ہیں، اس سے بحث نہیں ہے۔ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ جنا کرے گی۔ قارئین کرام، اب کالجوں کے ایم اے پاس حضرات اور انتظامی افسران صف اوّل کی جامعات کے پی ایچ ڈی پروفیسروں کے لیے ہدایات مرتب کیا کریں گے۔ یہ جامعات میں کوالٹی اینہانسمنٹ کے ثناخوانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے یا قربِ قیامت کی علامت؟

سینیٹ قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے معزز ارکان سے دردمندانہ گزارش ہے کہ عوام کی دی گئی پانچ چھ سالہ امانت کی پاسداری میں براہ کرم ان بارودی سرنگوں پر

نظر رکھا کریں۔ اس اہم فیصلے کے مضمرات پر ماہرین تعلیم کو غور کرنا چاہیے۔ یہ دینی و غیر دینی سیاست کا موضوع ہی نہیں۔ معزز جج صاحب کے اس فیصلے کے خلاف اپیل کے راستے موجود ہیں۔ اصحاب دانش سے گزارش ہے کہ اس فیصلے کے مضمرات پر غور کر کے اس کے تدارک کا بندوبست کیا جائے ورنہ طلبا جب کتابوں میں خلافت راشدہ کو ظلمات کا دور پڑھیں گے تو ان سے پھولوں کی توقع کون کرسکتا ہے؟ کیا یہ فیصلہ ہمیں رواداری اور عدم برداشت کی طرف لے جارہا ہے؟ معاشرتی طبقات میں بڑھتی ہوئی خلیج کو کم کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ فیصلہ اور تعلیمی سفارشات طبقاتی بُعد کو ہوا دیں گے۔

ماہرین قانون، ماہرین تعلیم، اصحاب دانش اور فہمیدہ افراد سے توقع کی جاتی ہے کہ اس فیصلے کے مضمرات پر غور کر کے اس کے تدارک کا کوئی راستہ نکالیں گے تاکہ معاشرے کو دوسری انتہا پر جانے سے روکا جائے۔ (بشکریہ، ماہنامہ پیام، اسلام آباد۔ اپریل 2016ء)

(درج ذیل انگریزی مضمون اردو صفحات کی ترتیب پر دیا گیا ہے)

2

PAKIKSTAN REMOVED OBJECTIONABLE MATERIAL FROM TEXBOOKS:

AMBASSADOR JILANI

Washington: Pakistan has been steadily reforming its education system and has also removed a number of offensive references from its textbooks, Ambassador Jilal Abbas Jilani said in his reply to a US report about objectionable material ion Pakistani test books.

While reviewing the report "Teaching Intolerance in Pakistan", Ambassador Jilani noted that the report by the US Commission on International Religious Freedom

(USCIRF) was a follow up to an earlier study.

"Using that study as a baseline, the report concludes that majority of the examples of religious intolerance found in 2011 text books had been removed. This conclusion drawn in the report clearly indicates that there is work in progress," he said. " I consider this an incremental but positive change," added the ambassador. "Teaching intolerance in Pakistan", was released at the National Press Club in Washington on Wednesday afternoon. It urged Pakistan to reconsider its education policy and stop teaching material that creates hatred.

"This kind of education closes all doors for a few generation of Pakistani Muslim to see a peaceful future with Hindus of India", said the report, adding that "And worse yet, it provides a rationale to treat Pakistani Hindus as outsiders. In contrast, ignores how Hindus and Muslims have cooperated and coexisted peacefully for centuries in the Sub Continent".

"The report claims that the text books portray non-Muslim citizens of Pakistan as sympathetic towards its perceived enemies: Pakistani Christians as Westerners or equal to British colonial oppressors and Pakistani Hindus as Indians.

In his statement, Ambassador Jilani said education was a provincial subject in Pakistan and the report had acknowledged progress made in at least two provinces.

Curriculum reforms, he claimed, needed to be viewed as an on going process in Pakistan. "Its importance has been duly recognized and is is being addressed in the implementation of the National Action Plan as well as National Internal Security Policy," the ambassador said.

"Pakistan is an increasingly introspective society. We are open to and welcome constructive engagement by USCIRF

and other such bodies in the ongoing process of review and reform. We believe that this process will yield positive results," he added.

"These grossly generalized and stereotypical portrayals of religious minority communities signals and they are untrustworthy, religiously inferior and ideological scheming and intolerant," the report noted.

"These messages are reinforced by the absence of deeper addressing the complexity of religious, the rights of the religious minorities, and the positive contribution of religious minorities in the development and protection of Pakistan."

Using a baseline of 25 examples of religious intolerance found in the 2011 text books, the study concluded that most had been removed from the current text books.

However, the study noted that later, new religious intolerant passages were inserted in the corrected textbooks as well.

The study's review of 78 current text books exposed 70 new examples of religious intolerance and biases in 24 books, similar to the kind of materials found in the earlier study. Of the 70 new examples, 58 (84 percent) came from books published by the Baluchistan and Sindh authorities, while the remainder came from Punjab (seven) and Khyber Pakhtunkhwa (five).

RECOMMENDATIONS: The report includes a number of recommendations to make Pakistani text books more inclusive, including constitutional guarantees provided to all Pakistanis of religious freedom, provincial educational ministries should be held responsible for adhering to constitutional guarantees provided to minority rights, no content should be taught to students that celebrates one religion at the expense of another and non-Muslim students should not be required to learn from Islamic texts.

The curriculum should inculcate a sense or construction patriotism rather than a sense of fear. More educationally accurate and nuanced approaches are needed
towards Western countries and Christianity to avoid gross generalizations that lead students to conspiracy theories. Overemphasis on Islam a being the "only correct" faith must be eliminated from the text books, the study suggested.
It also suggested that peacefull coexistence and religious diversity be acknowledge so that students learn to respect all faiths while national heroes from all groups in science, literature, medicine and sports should be included.

(Published in Dawn, April 16, 2016)

”خلاصۂ تراویح اور دُعاؤں کے کتابچے مفت حاصل کریں“

ماہِ رمضان المبارک کی مناسبت سے ایک کتابچہ ”**ہم نے آج تراویح میں کیا پڑھا**“ اُردو اور سندھی زبان میں تراویح کے دوران روزانہ پڑھے جانے والے قرآنِ کریم کے حصے کا خلاصہ مع بنیادی مسائل و دیگر معلومات اور ”**قرآنی و مسنون دُعائیں**“ (معہ آسان ترجمہ) مفت تقسیم کی جارہی ہیں۔ ان کتب کے حصول کے خواہشمند خواتین وحضرات عام ڈاک کیلئے کم ازکم 15 روپے اور ارجنٹ میل سروس کے لئے 55 روپے کے ڈاک ٹکٹ درج ذیل پتے پر روانہ کرکے کتابچے حاصل کرسکتے ہیں۔

ڈاکٹر ممتاز عمر T-473، کورنگی نمبر 2 کراچی 74900 **فون نمبر**: 0332-8220032

جدید دور کا سب سے بڑا چیلنج

ڈاکٹر محمد رفیع الدینؒ
(ایم اے، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ)

یہ زمانہ علمی نظریات کا زمانہ ہے۔ اس دور میں اسلام کے سوا باقی تمام نظریات کے قائلین اپنے اپنے نظریات کی علمی اور عقلی توجیہ اور مدافعت بہم پہنچانے میں مصروف ہیں کیونکہ وہ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ان کی مذہبی ہی نہیں سیاسی زندگی بلکہ ہر قسم کی زندگی خطرے میں رہے گی۔ حالانکہ نظریہ، جسے انسان اور کائنات کی حقیقت کے متعلق ایک مشاہدہ وجدان یا ایمان کا نام دیا جا سکتا ہے، تنہا وہ قوت ہے جو بسا اوقات فرد اور جماعت بلکہ ریاست تک کے تمام اعمال و افعال پر حکمران ہوتا ہے۔ اگر یہ ثابت کیا جا سکے کہ وہ نظریۂ حیات جس پر کسی ریاست کی بنیاد رکھی گئی ہے علمی طور پر صحیح اور عقلی طور پر اعتراضات سے بالا ہے تو اس سے دو اہم نتائج برآمد ہوں گے: ایک یہ کہ اس سے ریاست کے ساتھ فرد کی کشش یا محبت بڑھ جائے گی اور ریاست کا اندورنی اِتحاد ترقی پائے گا، اس کا دوسرا اہم نتیجہ یہ ہوگا کہ ریاست کی حدود کے باہر ریاست کے حامیوں اور مددگاروں کی تعداد روز بروز بڑھتی جائے گی اور اس طرح سے اس کے سیاسی اثر و نفوذ کا حلقہ روز بروز وسیع ہوتا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نظریے کے ماننے والے اس بات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ وہ اس کی ایک بلند پایہ علمی اور عقلی تشریح پیدا کریں۔ اشتراکیت پہلے ہی ایک نظریۂ حیات ہونے کی مدعی ہے۔ ہٹلر کا نظریہ نیشنل سوشلزم اس کی کتاب ''میری جدوجہد'' میں ایک فلسفہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ ہیگل کے اس نظریہ کی ایک تشکیلِ جدید تھی کہ ریاست

گویا ایک ’خدا‘ ہے جو غیر محدود حقوق اور اختیارات رکھتی ہے اور اطاعتِ مطلقہ کی حق دار ہے۔ مسولینی کا نظریہ فسطائیت بھی اطالوی فلسفی کروچے کے فلسفیانہ نظام سے عقلی تائید اور توثیق حاصل کرتا تھا۔ امریکہ کے لوگ جمہوریت کو محض ایک طرزِ حکومت نہیں سمجھتے بلکہ ایک فلسفہ زندگی سمجھتے ہیں اور بعض امریکی مصنّفین نے اسے ایک فلسفہ زندگی کے طور پر پیش کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ بھارت کے لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی ریاست گاندھی کے فلسفہ زندگی پر مبنی ہے۔

ایک نظریۂ حیات غلط ہو یا صحیح لیکن وہ لوگ جو اس سے محبت رکھتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا ہی نظریۂ حیات دنیا میں حق ہے یا حق ثابت کیا جاسکتا ہے۔ وہ اس کی عقلی وعلمی توجیہ یا مدافعت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کا مقصد درحقیقت یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے نظریے کے بارے میں اس حکمت کو آشکار کریں جو عقلی لحاظ سے دنیا کے تمام فلسفوں میں یکتا اور یگانہ بنا کر پیش کردے جو صرف اُن کے نظریۂ حیات کے اندر مخفی ہے اور دنیا بھر میں اور کہیں پائی نہیں جاتی۔ ہر نظریۂ حیات کا ماننے والا اپنے نظریۂ حیات کے متعلق ایسا ہی خیال رکھتا ہے لیکن چونکہ حق صرف ایک ہے اس لئے ظاہر ہے کہ صرف ایک ہی فلسفہ ایسا ہوسکتا ہے جو درحقیقت صحیح اور معقول ہو۔ دو یا دو سے زیادہ فلسفے ایسے نہیں ہوسکتے جو واقعتہً بھی صحیح ہوں۔ اس کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ اپنی اپنی سائنسی توجیہ اور تشریح کرنے کے لئے نظریات کی دوڑ میں صرف ایک نظریۂ حیات صحیح ثابت ہوگا اور اسے ہی کامیاب ہونا چاہیے۔ اس لئے بالآخر وہی نظریۂ حیات زندہ رہے گا اور پوری دنیا پر چھا جائے گا اور باقی نظریات دیر سویر ختم ہوجائیں گے بلکہ مٹ جائیں گے اور زندہ رہنے والے اس نظریۂ حیات کے متعلق یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوجائے گی کہ یہی انسان اور کائنات کا وہ آخری صحیح فلسفہ ہے جو عقل انسانی کی صبح کے طلوع سے لے کر آج تک تمام فلسفیوں اور سائنسدانوں کا سہانا خواب اور اس کی جستجو کا گوہر مقصود ہے۔ اب ہم کو یہ ثابت کرنا چاہیے کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا نظریۂ حیات ہے جو اس قابل ہے کہ انسان اور کائنات کی ایک عقلی علمی اور سائنسی تشریح کی صورت اختیار کرسکے۔ لیکن اب تک ہم نے کون سا کام کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوجائے کہ ہمارا عقیدہ فی الحقیقت دُرست ہے۔ اس معاملے میں ہماری غفلت کو اس حقیقت نے اور زیادہ سنگین اور خطرناک بنا دیا ہے کہ دوسرے نظریات کو ماننے والے لوگ اس

وقت بھی دنیا کے اوپر یہ ثابت کرنے کے لئے بہت سا کام کر چکے ہیں کہ صرف ان کے نظریات ہی معقول اور مدلل ہیں اور دنیا کا تعلیم یافتہ طبقہ یعنی نوعِ انسانی کا وہ حصہ جو درحقیقت کوئی اہمیت رکھتا ہے اور جس میں تعلیم یافتہ مسلمان بھی شامل ہیں ہر روز زیادہ سے زیادہ تعداد میں ان کے 'ہمرنگ زمین دام' میں گرفتار ہوتا جا رہا ہے۔ یہ کس قدر افسوسناک بات ہے۔

اقوامِ عالم ایک باہمی جنگ میں مصروف ہیں جو کبھی ٹھنڈی ہوتی ہے اور کبھی گرم لیکن ہمیشہ یا اکثر جاری رہتی ہے اس جنگ میں نظریات اور تصورات کی قوت ہی جیسا کہ اندازہ ہے بالآخر فیصلہ کن ثابت ہوگی۔ جو قوم اس جنگ میں فتح یاب ہو کر نتیجتاً دنیا کے کناروں تک پھیل جائے گی اور پھر ہمیشہ موجود رہے گی، وہ غالباً وہ نہیں ہوگی جس کے پاس جوہری آلات زیادہ ہوں گے، بلکہ شاید وہ ہوگی جس کے نظریۂ حیات کے تصورات سب سے زیادہ معقول اور مدلل اور دلکش اور دل نشیں ہوں گے۔ جو قوم نظریاتی محاذ پر اپنی حفاظت نہیں کر سکے گی وہ فوجی محاذ پر طاقتور بن کر اپنے آپ کو غالباً بچا نہیں سکے گی اور جو قوم نظریاتی محاذ پر طاقتور بن جائے گی، شاید ایسا زمانہ جلد آجائے گا کہ اُسے کسی فوجی محاذ کی چنداں ضرورت نہیں رہے گی۔

اس دور میں یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ افکار اور تصورات قوموں کو مفتوح اور مغلوب کرنے والی ایک قوت کی حیثیت سے افواج اور اسلحہ کی تمام قسموں سے بسا اوقات زیادہ مؤثر ثابت ہوئے ہیں چونکہ وہ لاسکی پر بھی سفر کر سکتے ہیں وہ افواج اور اسلحہ سے زیادہ سریع الحرکت اور پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں اور صحراؤں کی جغرافیائی رکاوٹیں، بین الاقوامی سیاسی سرحدیں سیگفریڈ اور میجینو ایسی فوجی مدافعتیں قلعہ بندیاں ان کی یلغار کو نہیں روک سکتیں۔ تقریباً ہر اہم ریاست ایک منظّم نظریاتی جماعت ہوتی جا رہی ہے جو اپنے پریس، پلیٹ فارم، ریڈیو، سینما اور ٹیلی ویژن کے ذریعے سے اور اپنی مطبوعات اور دوسرے ملکوں میں قائم کیے ہوئے اطلاعاتی مرکزوں اور کتب خانوں کی مدد سے اپنے نظریے کی معقولیت اور دلکشی کو ثابت کرنے والے تصورات کی اشاعت کرتی رہتی ہے تا کہ دوسری قوموں کو ذہنی اور نفسیاتی طور پر مفتوح اور مغلوب کرے (جس کی نمایاں تازہ مثال انقلاب کے بعد ایران ہے۔ مرتب) وہ نظریاتی جماعت جو دوسری نظریاتی جماعتوں کو اپنے تصورات سے مفتوح اور مغلوب کرنے کی کوشش نہیں کرتی، اس

بات کا خطرہ مول لیتی ہے کہ زود یا بدیر دوسری جماعتیں اسے مفتوح اور مغلوب کر کے ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گی۔

اس لیے اسلام کے احیاء و بقا کی عالم اسباب میں ایک یہ بھی صورت نظر آتی ہے کہ اسلام کی ایک نہایت ہی معقول اور جو حقیقی بھی ہوگی، دلکش سائنسی توجیہ پیش کی جائے۔ تمام معقول اور دل کش سائنسی تصورات کا حقیقی سرچشمہ سچ تو یہ ہے کہ توحید کا عقیدہ ہے۔ یہی عقیدہ اسلام کی روح ہے اور انسان اور کائنات کے صحیح اور سائنسی نظریے کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم تحقیق و تجسّس کی تمام قوتوں کو بروئے کار لا کر اسلامی تعلیمات کو ایک ایسے سائنسی نظریۂ کائنات کی شکل دیں جس سے انکار کی گنجائش موجود نہ رہے۔ اسلامی تحقیق ہمارے لیے کوئی غیر ضروری تفریحی مشغلہ نہیں جسے ہم اپنی فرصت یا سہولت کے مطابق اختیار کریں بلکہ یہ ہمارے لیے گویا فرضِ کفایہ کا درجہ رکھتا ہے۔

لیکن جس نسبت سے ہم دوسرے تصورات اور نظریات کی طرف مائل ہوتے جا رہے ہیں اسی قدر اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ بداَخلاقی، فریب کاری، بے حیائی، رشوت ستانی، خود پرستی، جنبہ داری، خاندان پرستی، صوبہ پرستی، چور بازاری، نفع اندوزی اور دوسری بری خصلتیں جو ہمارے معاشرے میں روز افزوں ترقی پر ہیں اور جن پر ہم میں سے بعض اچھے لوگ اظہارِ افسوس کرتے رہتے ہیں، سب اس بات کی علامت ہیں کہ آخرت کی باز پُرس پر ہمارا ایمان مضمحل ہوتا جا رہا ہے۔ ہمارے یقین و ایمان کے انحطاط کی ایک اور علامت یہ ہے کہ اسلام کے متعلق ہمارے اَفہام پراگندہ اور ہمارے خیالات پریشان ہیں اور ہم یہ جاننے سے قاصر ہیں کہ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے، کس قسم کی عملی زندگی کا مطالبہ کرتا ہے اور کیوں غلط نظریات اور تصورات کی دھند اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ ہمیں اپنا راستہ صاف طور پر نظر نہیں آتا۔

اعتقاد کی صحت اور عمل صالح کی فکر کے ساتھ ہمارا سارا زور علمِ صحیح کی جستجو پر ہونا چاہئے۔ لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے کہ علم نہ مشرقی ہوتا ہے نہ مغربی۔ علم ان قیود اور حد بندیوں سے بالاتر ہے۔ نوعِ انسانی کے جن بیش بہا علمی کارناموں کا سہرا آج ہمارے جن علمائے متقدمین کے سر ہے اس کی وجہ ان کی ہر سو علمی جستجو تھی۔

اگرچہ درخشندہ علمی کارناموں کے انجام دینے والے مسلمان علماء اور فضلاء کے پیدا ہونے کا سلسلہ گویا ختم ہو چکا ہے لیکن یکا یک اگر پھر جاری ہو جائے وہ سب غالبًا بلاتوقف اس بات کی کوشش کریں گے کہ مغرب کے مفید علوم کو بھی سیکھ کر ان کے بھی ماہر بن جائیں۔ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ، شاہ ولی اللہؒ، امام غزالیؒ وغیرھم نے بھی اپنے اپنے زمانوں میں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کی تحقیقات دوسرے بعض علماء کی تحقیقات سے بدرجہا زیادہ قیمتی سمجھی جاتی ہیں۔ ان میں سے ہر عالم دین نے اپنے زمانے میں اسلام کی وہ جدید علمی اور عقلی تشریح بہم پہنچائی ہے جس کی اس زمانے میں لوگوں کو ضرورت تھی اور اپنے زمانے کے فتنوں اور گمراہیوں سے بھی آگاہ کیا ہے۔

لیکن ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ اس بات کی ضرورت ہی کیا ہے کہ عقلی اور علمی نقطۂ نظر سے اسلام کی کوئی تشریح کی جائے اور بار بار کی جائے۔ کیا یہ بات صحیح نہیں کہ قرآن اور حدیث دونوں مل کر انسانی افراد کے اعتقاد و عمل کی راہنمائی کرنے کے لئے پوری طرح کافی ہیں۔ کیا ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے فرامین اور خدا کے رسول ﷺ کے ارشادات میں ایک اضافہ اپنی طرف سے بھی کریں اور ان میں انسانی سمجھ بوجھ اور انسانی عقل و فراست کی بنا پر بھی کچھ باتوں کو شامل کریں تا کہ وہ زیادہ قابلِ فہم اور زیادہ مفید بن جائیں۔ بالخصوص اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ ہم کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ انسان کی ہدایت کے ایک ذریعے کے طور پر انسانی عقل خدا کی وحی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اگرچہ یہ بات بالکل درست ہے کہ خدا کی وحی کے مقابلے میں عقل انسانی کا ہرگز یہ مقام نہیں کہ وہ انسان کو یہ بتا سکے کہ انسان اور کائنات کی حقیقت کیا ہے اور اس حقیقت کی روشنی میں انسانی فرد اور جماعت کو اپنی عملی زندگی کی تشکیل کس طرح کرنی چاہیئے لیکن اس کے باوجود خدا کی وحی اور انسانی عقل کے درمیان ایک ایسا قدرتی رشتہ ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا اور جس کی بنا پر ذیل کے حقائق بالکل دُرست اور ہر قسم کے شکوک وشبہات سے بالاتر ہیں۔

اوّل یہ کہ...... عادتاً لوگ خدا کی وحی کو اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک کہ ہماری عقل اس وجدان یا یقین کی طرف راہنمائی نہ کرے کہ وہ درحقیقت خدا کی وحی ہے اور حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم نے انسان کو عقل سے کام لینے کی بار بار ہدایت کی ہے۔ کیا یہ

حقیقت نہیں ہے کہ انسان ہر مدعی نبوّت کو نہیں مانتا بلکہ جھوٹے اور سچے نبی میں اپنی عقلِ سلیم کو کام میں لا کر ہی فرق کرتا ہے۔

دوم یہ کہ...... خدا کی وحی ہمیں انسان اور کائنات کی حقیقت کے متعلق ایک صحیح نظریہ عطا فرماتی ہے اور بسا اوقات انسان کی عقل بھی انسان اور کائنات کا صحیح نظریہ بہم پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ لہٰذا عقلِ انسانی خدا کی طرف سے نازل کردہ وحی کے بیانات قبول کر لینے کے بعد بھی کبھی کبھی ان کو زیرِ غور لانے کی طرف مائل رہتی ہے اور یہ چاہتی ہے کہ جن سوالات کا قطعی جواب وحی پہلے ہی دے چکی ہے یہ ان سوالات کا کوئی ایسا عقلی جواب بھی ڈھونڈ نکالے جو اس کے اپنے ذہنی و فکری سانچے کے لئے اطمینان بخش ہو۔ مثلاً ایک سوال ملحدین کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ خدا فی الواقع موجود ہے؟ ایک آدمی اس سوال کے اس جواب پر جو خدا کی وحی نے دیا ہے خود مکمل یقین اور ایمان رکھتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس سوال کا وہ جواب بھی اپنے پاس موجود رکھے جو عقل مہیا کرتی ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے ملحدین کو قائل کر سکے۔ جب وہ ایسا کرنا چاہے گا تو مجبور ہوگا کہ دونوں کے جوابات کے اندر مطابقت پیدا کرے اور اسے قائم رکھے، ورنہ وہ دوسروں کو پوری طرح مطمئن نہ کر سکے گا۔

علمی ترقی کے ہر نئے دور میں اسلام کی نئی عقلی توجیہ کی ضرورت

نوعِ انسانی کا تجرباتی علم ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے لیکن نئے افکار کے اُس مجموعے کے اندر جو کسی دور میں رونما ہوتا ہے حق کے ساتھ باطل ملا ہوا ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر دور میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ حق کو باطل سے الگ کیا جائے۔ اصحابِ علم اور اہلِ فکر کے لئے یہ اہم کام ہمہ وقت اور ہر آن موجود ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے نئے علمی افکار کے دانے کو کاہ سے الگ کریں، دانے کو کام میں لائیں اور کاہ کو پھینک دیں کہ ہوائیں اس کو اُڑا لے جائیں۔

غالباً علمی ترقی کے کسی دور میں بھی باطل کی طرف سے ایسا خطرناک چیلنج کبھی نہیں دیا گیا جیسا کہ اب دورِ حاضر کے افکار نے دیا ہے۔ اس وقت فلسفی، ماہر تاریخ، ماہر اقتصادیات، ماہر معاشیات اور ماہر نفسیات سب مل کر حق اور سچائی کی جڑوں پر حملہ کر رہے ہیں۔ میکانکی ارتقا، تحلیل نفسی، حکمیاتی سوشلزم، تاریخی مادّیت، منطقی اثباتیت، کرداریت اور موجودیت کے نظریات، جن

کی مقبولیت اس زمانے میں ہر روز بڑھتی جارہی ہے اور جو نوعِ انسانی کے اعمال وافعال کو نہایت تیزی سے متأثر کر رہے ہیں، دین اور اخلاق کی بنیادوں کو غلط قرار دے رہے ہیں۔ ہم کو ان نظریات کے علمی چیلنج کا مؤثر جواب دینا اور یقین افروز تردید کرنا ضروری ہے اور ان نظریات کا جواب دیتے ہوئے ہمیں اس بات کو بھی یاد رکھنا ہوگا کہ اگر ہمارا جواب دورِ حاضر کے علمی معیار پر پورا نہ اُتر سکے اور اپنے استدلال کے حقائق اور تکنیک اور طریقہ سے دنیا بھر میں چوٹی کے سائنسدانوں اور حکماء کو مطمئن نہ کر سکے تو وہ جواب کہلانے کا مستحق نہ ہوگا۔

ایک غیر مسلم کے سامنے اسلام پیش کرنے کا طریق اس سے بہت مختلف ہے جو ایک مسلمان فرد کے لئے کام میں لایا جاسکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک معلم یا مبلغ کی حیثیت سے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مخاطب کے معلوم سے آغاز کر کے اس کے نامعلوم کی طرف آئیں اور ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کا معلوم ایک غیر مسلم کے معلوم سے بہت مختلف ہے۔ مثلاً ایک مسلمان جانتا ہے کہ قرآن حکیم خدا کی نازل کی ہوئی سچی کتاب ہے۔ ایک غیر مسلم یہ نہیں جانتا۔ وہ صرف قدرت کے ان حقائق اور قوانین کو ہی جانتا ہے جو وہ قدرت کے مشاہدے اور مطالعے سے معلوم کر سکتا ہے اور ہم اس کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فقط انہی حقائق اور قوانین کو بطور دلائل کے پیش کر سکتے ہیں جو اس کے نزدیک مسلّم ہوں۔ اسلام کی تبلیغ کا یہ طریق نیا نہیں بلکہ یہ طریق بعینہٖ وہی ہے جو قرآن حکیم نے اختیار کیا ہے کیونکہ قرآن حکیم منکرین کو بار بار اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ خدا پر ایمان لانے کے لئے مظاہر قدرت کا مشاہدہ اور مطالعہ کریں جہاں ان کو خدا کی ہستی اور صفات کے واضح نشانات نظر آئیں اور ایسے حقائق کی بنا پر خدا کی نازل کی ہوئی کتاب ہونے کا مدعی ہے جو قدرت کے مشاہدے اور مطالعے سے دریافت کیے جاسکتے ہیں۔ بلکہ قرآن حکیم اس بات کی پیش گوئی کرتا ہے کہ خدا مستقبل میں خارجی دنیا اور نفسِ انسانی سے تعلق رکھنے والے ایسے حقائق کو آشکار کرے گا جن کی روشنی میں منکرین یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے کہ قرآن خدا کی سچی کتاب ہے۔ اب یہ بات مسلم ہے کہ سائنس اور سائنسی طریق تحقیق یعنی مظاہر قدرت کا علم اور اس کے حصول کے طریق کے موجد مسلمان تھے۔ ظہور اسلام کے بعد مسلمان سائنسدانوں کے ذریعے سے مشاہدہ قدرت کی ضرورت کے بارے میں قرآن کی رہنمائی سے مستفید ہو کر اب

ایک عرصے سے مغرب کے لوگ مظاہر قدرت کا تفصیلی اور تحقیقی مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں نے اب ایسے حقائق کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کرلیا ہے جو مظاہر قدرت کے علم سے تعلق رکھتے ہیں اور ان حقائق کو انہوں نے کئی منظّم علوم کی صورت میں مرتب کیا ہے جن کے مجموعے کو سائنس کہا جاتا ہے۔ قدرت کے جو حقائق مادّہ، حیوان اور انسان سے تعلق رکھتے ہیں ان کو بالترتیب طبیعات، حیاتیات اور نفسیات کا نام دیا گیا ہے۔ مغرب کے غیر مسلموں نے بے شک مظاہر قدرت کے علم سے تعلق رکھنے والے بہت سے حقائق کو بڑی احتیاط اور محنت سے دریافت کر کے مختلف علوم کی صورت میں مرتب کرلیا ہے لیکن بدقسمتی سے وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ ان حقائق کا حقیقتِ کائنات کے ساتھ اور اس بنیاد پر ایک دوسرے کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حقائق کسی عقلی اور علمی ربط کے بغیر ایک دوسرے سے الگ تھلگ پڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مغرب اور مظاہر قدرت کے علم کے متعلق ان کے نقطۂ نظر سے متأثر ہونے والی قوموں کے نصب العینوں یا نظریات حیات یا نظام ہائے حکمت کے اندر اس قدر اختلاف موجود ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے۔ مثلاً نفسیاتِ فرد و جماعت میں اور سیاسیات، اخلاقیات، اقتصادیات، تعلیمات، فن، قانون اور تاریخ کے فلسفوں میں یہ انتشار سب سے زیادہ نمایاں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علوم براہِ راست فلسفی کے نظریۂ حقیقت پر، جس میں نظریۂ انسانی بھی شامل ہے، مبنی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ (جیسا کہ حکمائے مغرب خود تسلیم کرتے ہیں) مغرب میں نشو و نما پانے والے انسانی اور اجتماعی علوم میں ایک شدید قسم کا منطقی اور عقلی انتشار پایا جاتا ہے اور جب صورت حال یہ ہو کہ ایک طرف سے انسان کی حقیقت روحانی توجیہ کا تقاضا کرتی ہو اور دوسری طرف انسانی اعمال اور افعال کے مغربی حکماء انسان کی میکانکی اور مادّی توجیہ پر مصر ہوں تو پھر کیسے ممکن ہے کہ مغرب میں پروان چڑھنے والے انسانی اور اجتماعی علوم میں انتشار موجود نہ ہو۔

جب اسلام کی سائنسی توجیہ جو بیک وقت انسان اور کائنات کی صحیح سائنسی توجیہ ہوگی فی الواقع وجود میں آجائے گی تو وہی ہمارے لئے انسانی اور اجتماعی علوم کی تشکیلِ جدید کی صحیح اساس بھی ہوگی۔ وہ ہمیں اس قابل بنائے گی کہ ہم مغربی حکماء کی ان کوششوں میں کہ نام نہاد انسانی اور اجتماعی علوم کو سچ مچ کے علوم بنایا جائے، ان کی رہنمائی کرسکیں۔ کیونکہ جب تک ہمارے تحقیقی

ادارے فرد اور جماعت کی نفسیات، نیز سیاست، اخلاق، تعلیم، فنونِ اقتصادیات، قانون اور تاریخ کے فلسفوں کو ازسرِ نو اسلام کے تصور حقیقت کی بنا پر اور اسلام کی ایک ہی ممکن سائنسی توجیہ کے اجزا اور عناصر کے طور پر مدوّن اور مرتب نہ کرلیں گے، یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ ان کا کام اس بارے میں ابتدائی مرحلوں سے کچھ بھی آگے بڑھ سکا ہے۔ اس بات کا اعادہ پھر ضروری ہے کہ اسلام کی حکیمانہ اور سائنسی توجیہ مہیا کرنا مسلمانوں کی ایک گویا حیاتیاتی ضرورت بھی ہے جس کو وہ صرف اپنی زندگی کی قیمت ادا کر کے ہی نظر انداز کر سکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حملہ یا جارحانہ اقدام بہترین مدافعت ہے۔ یہ حقیقت جس طرح اس جنگ کی صورت میں درست ہے جو ایک ریاست کو فوجی محاذ پر لڑنی پڑتی ہے اسی طرح سے اس جنگ کی صورت میں بھی درست ہے جو اس کو نظریاتی محاذ پر لڑنی ہوتی ہے۔ اگر ہم بروقت اور اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جائے اسلام کی مدافعت کے لئے دوسرے نظریات کے خلاف علمی اور نظریاتی جہاد کا محاذ نہ کھولیں گے تو ممکن ہے کہ پھر اسلام کی مدافعت کا کوئی سوال ہی، وقت نکل جانے کی وجہ سے، باقی نہ رہ جائے اور ہم دیکھیں کہ جس نظریۂ حیات کی مدافعت کے لئے ہم آخر کار بعد از وقت باہر نکل رہے ہیں اب اس کا محل ہی باقی نہیں رہ گیا ہے جس کے لئے کل تک باہر نکلنے کے لئے کہا جاتا تھا۔ لیکن جب تک ہم اُس طریق پر جس کی نشاندہی اوپر کی گئی ہے اسلام کی حکیمانہ اور سائنسی توجیہ نہ کریں ہم اس دور میں علمی اور نظریاتی جہاد کا محاذ نہیں کھول سکتے۔ کام کی فوری ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر ہمیں اپنے بہترین اور سب سے زیادہ زوردار دل اور دماغوں کو اس کام پر لگانا چاہیے اور تقویٰ و انابت کے ذریعہ خدا کی مدد طلب کرنی چاہیے تاکہ یہ کام جلد اپنی تکمیل کے مرحلے طے کرے۔

مسلمانوں کی فوری ضرورت

بعض وقت کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی فوری اور شدید ضرورت یہ ہے کہ اسلام کے جدید قانونی نظام کی تشکیل کی جائے۔ لیکن جب تک ہم اسلام کو ٹھیک طریقے اور پوری طرح نہ سمجھ لیں اور اس پر پورا انشراح نہ ہو، ہم اس وقت تک اسلام کے جدید قانونی نظام کی تشکیل کیسے کر سکتے ہیں۔ اس کے بغیر اسلام ہی کی مختلف توجیہات کی جاسکتی ہیں، جیسا کہ آج کل کی بھی جا رہی ہیں۔ لہٰذا ہمیں پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون سا اسلام ہے جس سے ہمیں ایک نیا قانونی نظام اَخذ

کرنا ہے جب اسلام کی حکیمانہ اور سائنسی توجیہ، جو صرف ایک ہی ہوسکتی ہے، موجود ہوگی تو پھر وہ نہ صرف غیر مسلموں کے تمام غلط نظریات اور فلسفوں کی مکمل اور ایمان پرور تردید کرے گی بلکہ اسلام کی ان غلط اور بے بنیاد توجیہات کا بھی مکمل اور یقین افروز ابطال کرے گی جو اُن مسلمانوں نے پیش کی ہیں جو اسلام کے جدیدیت زدہ کوتاہ اندیش مسلمان نکتہ چینوں کو مطمئن کرنے کے لئے اسلام کو ایک نئی شکل دینا چاہتے ہیں لہٰذا اسلام کی حکیمانہ اور سائنسی توجیہ ہی وہ بنیاد ہے جس پر ہم اسلام کے جدید قانونی نظام کی بھی عمارت کھڑی کر سکتے ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ جب اسلام کی ایسی توجیہ فی الواقع وجود میں آئے گی تو ہم دیکھیں گے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ احکامِ اسلام کی علتوں اور حکمتوں کے کھل جانے کی وجہ سے اسلام کے جدید قانونی نظام کی تشکیل کے بہت سے مشکل مسائل خود بخود حل ہو گئے ہیں اور اس کا سارا کام نہایت آسان ہو گیا ہے۔

ایک بے وقت کی کوشش

مسلمان کی زندگی کے اس مرحلے پر جب اسلام پر ان کا یقین کمزور ہو رہا ہے اسلام کے قانونی نظام کی تشکیل جدید، بعید نہیں کہ ایک بے وقت کی کوشش اور ایک طرح کی غلطی ثابت ہو۔ جس کا نتیجہ خدانخواستہ یہ نکلے کہ اسلام کے اصلی قوانین کی تشریح غلط کی جائے اور وہ بہتر کی بجائے بدتر نتائج پیدا کرے۔ مجتہد کو جو چیز صحیح اجتہاد کے راستے پر لگاتی ہے وہ علوم قدیمہ وجدیدہ کا تنہا علم ہی نہیں بلکہ خدا کی محبت اور معرفت کا نور بھی ہے، انحطاط کے اس زمانے میں یہ نور نایاب نہیں تو صعب الحصول ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی مسلمان کے دل میں یہ نور پوری طرح سے روشن ہو نہ صرف یہ ضروری ہے کہ وہ عرصۂ دراز تک قرآن اور حدیث کے گہرے مطالعے میں لگا رہے اور صحابۂ کرام اور ائمہ اور صلحا کی پاکیزہ اور مجاہدانہ زندگیوں سے اثر قبول کرنے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو پوری طرح سے اسلام کے اخلاقی اور مذہبی قواعد وضوابط کے ماتحت رکھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت اسلام کے معاشرتی قوانین کو بدلنے کی فوری ضرورت ہے لیکن جب تک ہم اسلام کے اخلاقی اور مذہبی قوانین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اس وقت تک ہم اسلام کے معاشرتی قوانین کی حرمت کو بھی ملحوظ نہیں رکھ سکتے اور اس وقت تک ٹھیک طرح سے یہ بھی نہیں جان سکتے کہ ہمیں اسلام کے معاشرتی قوانین کو کس طرح سے بیان کرنا چاہئے۔ ان کو

بدلنے کی ضرورت کا جو نعرہ لگ رہا ہے وہ درست بھی ہے یا نہیں۔ ایسی حالت میں ہم کو اسلام کے معاشرتی قوانین کی تبدیلی کا نعرہ اخلاقی اور مذہبی قوانین کی دہائی دے کر لگانے کا حق نہیں کہ جن کی خلاف ورزی ہم دن رات کرتے رہتے ہیں۔

حقیقی اجتہاد

حقیقی اجتہاد ہمیشہ اسلام کی گہری واقفیت اور اس سے سچی محبت کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس محبت اور واقفیت کی وجہ سے وہ اس شریعت کی ایک قدرتی اور بے ساختہ نشو ونما کی صورت اختیار کرتا ہے جو حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہمارے لئے چھوڑی ہے۔ اجتہاد کے لئے ہماری موجودہ خواہش اسلام کی محبت کا نتیجہ نہیں معلوم ہوتی بلکہ شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اسلام کی پوشیدہ نفرت اور غیر اسلامی نظریات کی چھپی ہوئی محبت اور ستائش کا نتیجہ لگتی ہے۔ اس کا مقصد درحقیقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاکم بہ دہن اسلام کے احکام کو اس طرح سے بدل دیا جائے کہ وہ ہمارے ان خیالات اور تصورات کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں جو ہم نے غیر اسلامی نظریات سے مستعار لئے ہیں اور جن کو ہم دل ہی دل میں چاہتے اور بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں۔ یہ خواہش دراصل اس بات کی ایک کوشش ہے کہ اسلام کو اس ''حکمت'' اور ''دانائی'' سے بہرہ ور کیا جائے جو ہم نے دوسرے نظریات سے سیکھی ہے اور اس طرح سے اسلام کو ایک نئے ''حسن و جمال سے اور ایک نئی شان وشوکت'' سے جن کا نظارہ ہم ان کے نظریات کی قیادت میں کر چکے ہیں ''مزین'' کیا جائے۔ یہ قطعاً اجتہاد نہیں کیونکہ یہ وہ اجتہاد نہیں جو شریعت کی قدرتی اور بے ساختہ نشو ونما کی صورت اختیار کرتا ہے بلکہ یہ شریعت کی تحریف ہے جو ہم اپنے توہمات کے زیر اثر کرنا چاہتے ہیں یا ایک ایسی کوشش ہے جس سے ہم دوسرے نظریات کو جنہیں ہم پسند کرتے ہیں، جہاں تک ہمارا بس چلتا ہے اسلام کی اسے سند دے کر شریعت اسلامی کا مقام دینا چاہتے ہیں۔ حقیقی اجتہاد اس وقت ممکن ہوگا جب ہم اسلام سے پھر ایسی محبت وعظمت کرنے لگیں جیسی کہ پہلے مسلمانوں کے دلوں میں تھی اور ہم اس شریعت کو جس پر حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تھا، ایسی ہی محبت وعظمت کے ساتھ پوری طرح سے سمجھنے لگیں۔ جب تک ہمیں اسلام کی محبت کا یہ مقام حاصل نہیں ہو جاتا، ہم اسلام کی اس بصیرت سے محروم رہیں گے جس کی مدد سے ہم یہ سمجھنے کے قابل ہو سکتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں جو تغیر

واقع ہوا ہے وہ اس بات کا مقتضی ہے یا نہیں کہ ہم شریعت کی روشنی میں اس کی اصلاح کے لیے نئے قوانین وضع کریں۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غایت درجہ تقویٰ اور شریعت سے گہری واقفیت کی بنا پر یہ بصیرت حاصل تھی تو اس سے یہ کہاں ثابت ہو جاتا ہے کہ عام بے یقینی کے اس دور میں خواہش نفس کی اسیری اور جہالت کے باوجود یہ بصیرت ہمیں بھی حاصل ہے۔

جس چیز کو ہم معاشرے کا ایک ناگزیر ارتقائی تغیر سمجھ رہے ہیں جو ہمارے خیال میں اجتہاد اور نئے قوانین کا تقاضا کرتا ہے وہ درحقیقت مغرب کی تقلید میں ہماری محبت اور اسلام کے اخلاقی اور دینی ضبط اور نظم سے ہماری بے تعلقی اور بے اطمینانی بلکہ شاید یہ کہنا بھی بے جا نہ ہو کہ بہت سے دلوں میں اسلام سے نفرت اور بغاوت کے عوامل ہیں جو ایک دوسرے پر عمل اور ردّ عمل کر رہے ہیں۔ یہ تمام حالات اسلام پر ہمارے یقین کے انحطاط کی علامات کے سوائے اور کچھ بھی نہیں۔ اس لئے یہ قدرتی بات ہے کہ موجودہ صورت میں ہمارا اجتہاد باطل ہوگا۔ ان افسوسناک حالات کو بہتر نہیں بلکہ بدتر بنائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اجتہاد شریعت کے وقار کو، اس کے ساتھ پورے اسلام کے وقار اور کم کرے گا جس سے ہمارا یقین اور مضمحل ہو جائے گا اور ہم سے بعض لوگ جن کا ایمان پہلے ہی کمزور ہے ناحق اور ناروا طور پر یہ سمجھنے لگیں گے کہ اسلام ایک وقتی نظریۂ حیات تھا جو حالات کے ساتھ بدل گیا۔ لیکن اسلام کی ساری تاریخ بتا رہی ہے کہ ایسے اجتہاد کو سچے مسلمانوں نے کبھی قبول نہیں کیا اور سچا اسلام ہمیشہ زندہ اور باقی رہا ہے۔ یہی سبب ہے کہ یقین و ایمان کے انحطاط کے اس دور میں متقدمین کے نقش قدم پر چلنا اس سے بدرجہا بہتر اور محفوظ تر ہے کہ ایسے لوگوں کا اجتہاد قبول کیا جائے جو نورِ ایمان سے محروم ہو چکے ہوں۔ ان حالات کا صحیح علاج یہ نہیں کہ ہم نئے قوانین وضع کریں جو ہمارے اعمال و افعال کو زیادہ مصنوعی اور سطحی طور پر بدل کر رکھ دیں۔ صحیح علاج کی ایک شکل یہ ہے کہ ہم اسلام کے جدید نظامِ تعلیم کو نافذ کریں جس میں خدا کی ذات وصفات کا عقیدہ اس طرح راسخ کیا جائے کہ تمام طبیعاتی، حیاتیاتی اور نفسیاتی یا انسانی اور اجتماعی علوم کو منظّم کرنے میں محوری اور مرکزی نقطہ ثابت ہو۔ صرف ایسا نظام تعلیم ہی فرد کو ذہنی طور پر پوری طرح سے بدل کر درست کرسکتا ہے۔ یہ نہ کوئی دیانت داری ہے اور نہ انصاف کہ ہم پہلے خود ہی ایک ایسا تعلیمی اور ثقافتی ماحول پیدا کریں جس میں فرد کی ذہنی اور نفسیاتی تربیت

صرف اس طرح سے ہو کہ وہ اسلام کے نقطۂ نظر سے سوچنے اور کام کرنے کے قابل نہ رہے اور پھر شکایت کریں کہ اس کے اعمال وافکار درست نہیں اور ایسے قوانین وضع کریں جو اس کے نادرست اعمال میں ایک بیرونی مصنوعی دباؤ کی صورت میں رکاوٹ پیدا کریں۔ قوانین صرف وہاں کام کرنے کے لئے وضع کیے جاتے ہیں جہاں تعلیم ناکام رہ گئی ہو۔ ہمارے لیے اس بات کا کوئی جواز موجود نہیں کہ ہم تعلیم کہ جو دراصل دِلوں کو بدلنے والی قوت ہے اس کو آزمائے بغیر قوانین کی مصنوعی قوت سے کام لیں جو ہمارے ظاہری اعمال کو بھی بدل نہیں سکتی۔ تعجب کا مقام ہے کہ ہم معاشرہ کو جدید اسلامی نظامِ تعلیم کے ذریعے سے حقیقی معنوں میں اور بنیادی طور پر بدلنے کی بجائے اسے مصنوعی اور سطحی طور پر بدلنے کے لئے موجودہ اسلامی قوانین کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ جب قوانین پر عمل کرنے کی نیت موجود نہ ہو تو ان کی زد سے بچ کر نہایت آسانی کے ساتھ ان کی خلاف ورزیاں کی جاسکتی ہیں۔

غرض ہم جس نقطۂ نظر سے بھی دیکھیں ہماری فوری ضرورت یہ نہیں کہ ہم اسلام کے قوانین کو بدل دیں بلکہ یہ ہے کہ ہم اصلی اور صحیح قسم کی اسلامی تحقیق کے ذریعے سے اسلام کی حکیمانہ اور سائنسی توجیہ پیدا کر کے اسلام پر اپنے ایمان کو تازہ اور پختہ کریں تاکہ محض عالم انسانی کا ایک جزو ہونے کی وجہ سے ہم جس نظریاتی جنگ میں مجبوراً شریک ہیں اس میں فتح پائیں، اور شکست کھا کر مٹنے سے محفوظ رہیں۔

﴿شائع کردہ: آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگریس﴾

7۔ فرینڈز کالونی، ملتان روڈ، لاہور

سیکولر اور لبرل پاکستان کے 'بیان' کے پس منظر میں

بدعہدی کر کے نبی ﷺ کا دل نہ دُکھائیں

..........سخت ہے فطرت کی تعزیریں

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

سابق پرنسپل GDCJ

مرزا قتیل دہلوی مشہور شاعر گزرا ہے، خلافِ سنت نبوی ایک عمل پر کسی نے اس سے کہا:
ع...... بلے دلِ رسول اللہ می خراشی (ارے تو رسول اللہ ﷺ کے دل کو دکھ پہنچا رہا ہے)۔ مرزا قتیل کو انتباہ ہوا فوراً تائب ہوا اور اللہ کی رحمتوں سے مرحوم و مغفور ہوا۔ سیّدنا محمد ﷺ خاتم النّبیین سیّد المرسلین ہیں، اب قیامت تک اُن کا دین اور انہی کا حکم چلے گا، اُن کی فرمانبرداری پر اللہ کی رحمتیں برکتیں ہر طرف آن اُترتی نظر آئیں گی اور ان کی نافرمانی پر ہمہ وقت اللہ کی ناراضی اور غصہ کا زبردست خطرہ ہوگا۔ پوری دنیا کے سیکڑوں ملکوں میں صرف پاکستان ایسا ہے جس کی پیدائش سے پہلے ہم نے اللہ سے وعدے کیے، نعرے لگائے کہ یہاں ''نظامِ مصطفیٰ'' نافذ کریں گے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا عقیدہ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا عمل اور قانون ہوگا۔ زائد از اڑسٹھ سال ہو چکے ہیں ہم عوام اور حکمران دونوں اپنے عہد سے گریز پا ہیں، حکمران براہِ راست اور عوام اِن اربابِ بست و کشاد کو ووٹ دے کر اپنے اُوپر حکمران بنانے کی وجہ سے دونوں اللہ اور رسول کے مجرم ہیں۔ اہل کفر کو دنیا میں سزا نہ ملے، وہ ہر طرح کی عیاشی اور مال و دولت اور قوت و طاقت میں زیادہ ہوں کوئی سزا نہ ملے۔۔ ان کو اللہ نے یہاں نہیں پوچھنا، انھوں نے کلمہ رسول ''لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـــہ مُـحَـمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ'' نہیں پڑھا، اب اُن سے حساب مرنے کے بعد حشر کے دن ہوگا۔ مگر اہل پاکستان نے کلمہ پڑھا ہے محمد رسول اللہ کو اپنا ہر طرح کا راہبر و رہنما مانا ہے اور یہ کہا ہے کہ 'اسلام'

کامل واکمل دین ہے۔تو پھر عملاً اُس کے خلاف کرنے پر دنیا میں بھی اُن سے حساب ہوگا، جواب طلبی ہوگی، سزا ملے گی، انتقام ہوگا اور پوری سزا تو مرنے کے بعد ملے گی۔ جو لوگ پاکستانی نہیں وہ پاکستانی آئین وقانون کو نہ مانیں، زبانی وعملی اُس کے خلاف کریں اُن سے جواب طلبی کا کسی کو حق نہیں، نہ اُن کو سزا دی جاسکتی ہے کہ وہ پاکستانی نہیں۔ اُنھوں نے پاکستانی آئین وقانون پر عمل کا کوئی وعدہ نہیں کیا۔ مگر وہ لوگ جو پاکستانی ہیں، وہ پاکستانی آئین وقانون کا سرِعام انکار کریں، مزاح اُڑائیں، اُس کے خلاف عمل کریں، اُن سے جواب طلبی ہوگی اُن کو سزا ہوگی، اُنھیں باغی اور غدار کہہ کر ہر بڑی سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ ہم اہل پاکستان کو اللہ بار بار توبہ اور رجوع کے مواقع دے رہا ہے۔ بانیٔ پاکستان نے پاکستان میں کیا چاہا تھا، اگر وہ زندہ رہتے تو کیا کرتے؟ اُن کی تقریر کا ایک اقتباس آگے دیا جارہا ہے۔ اس سے پہلے ایک خبر پڑھ لیجیے کہ توبہ نہ کی تو اللہ ہمارے ساتھ کیا کریں گے۔ اللہ کی قوت اہل اسلام اور اہل پاکستان کو تو تسلیم ہے، اب ایک خبر پڑھیے:

> اسلام آباد، پورا ملک زلزلے کی فالٹ لائن پر آگیا، مارگلہ اسلام آباد میں آرمی ہیڈکوارٹرز اور کراچی کو سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ (نجی TV بحوالہ قومی نیوز، مؤرخہ 17-2-2016 بوقت 12:41 بعد دوپہر)

آپ نے خبر پڑھ لی۔ ہم تمام عوام اور اہل مقتدر پر توبہ لازم، از حد لازم ہے۔ ایک دوسرے پر ظلم اور ایک دوسرے کی گردنیں مارنا بند کریں۔ خالص نظامِ مصطفیٰؐ، اس کے جملہ سلامتی وامن والے قوانین نافذ کریں اور بانیانِ پاکستان اور اپنے اسلاف کے عہد کو پورا کریں۔ اب ہم اربابِ بست وکشاد اور تمام اہل سیاست وحکومت کی خدمت میں اِس غرض سے کہ وہ اپنے اپنے حصے کی ذمہ داری نبھائیں اور اس کی فکر کریں، بانی پاکستان محمد علی جناح مرحوم کا ایک قول نقل کرنا چاہیں گے کہ اُن کے فرمودات کی روشنی میں نشانِ منزل واضح ہوکر سامنے آجائے جس سے مسلسل گریز کیا جارہا ہے۔ بحوالہ مؤقر جریدہ ندائے ملت لاہور

> ''میں لندن میں امیرانہ زندگی بسر کررہا تھا، اب میں اُسے چھوڑ کر انڈیا اس لیے آیا ہوں کہ یہاں لا اِلٰہ الا اللہ کی مملکت کے قیام کے لیے کوشش کروں، اگر میں لندن میں رہ کر سرمایہ داری کی حمایت کرنا پسند کرتا تو سلطنت برطانیہ جو دنیا کی عظیم ترین

سلطنت ہے مجھے اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب اور مراعات سے نوازتی، اگر میں روس چلا جاؤں یا کہیں بیٹھ کر سوشلزم، مارکسزم یا کمیونزم کی حمایت شروع کر دوں تو مجھے بڑے سے بڑا اعزاز بھی مل سکتا ہے اور دولت بھی...... مگر علامہ اقبال کی دعوت پر میں نے دولت اور منصب دونوں کو پرے دھکیل کر انڈیا میں محدود آمدنی کی دشوار زندگی بسر کرنا پسند کیا ہے تاکہ مسلمانوں کے لیے ایک اسلامی سلطنت وجود میں آئے اور اُس میں اسلامی قوانین کا بول بالا ہو کیونکہ انسانیت کی نجات اسلامی نظام ہی میں ہے۔ صرف اسلام کے عالمی، عملی اور قانونی دائروں میں آپ کو عدل، مساوات، اُخوت، محبت، سکون اور امن دستیاب ہوسکتا ہے۔ برطانیہ، امریکہ اور یورپ کے سارے بڑے بڑے سیاستدان مساوات کا راگ الاپتے ہیں، روس کا نعرہ بھی مساوات اور مزدور اور کاشتکار کے لیے روٹی، کپڑا اور مکان مہیا کرنا ہے مگر یورپ کے بڑے بڑے سیاستدان، عیش وعشرت کی جو زندگی بسر کرتے ہیں وہ وہاں کے غریبوں کو نصیب نہیں۔ محمد علی جناح کا لباس اتنا قیمتی نہیں جتنا لباس یورپ کے بڑے بڑے لوگ اور روس کے لیڈر زیب تن کرتے ہیں، نہ محمد علی جناح کے خوراک اتنی اعلیٰ ہے جتنی سوشلسٹ اور کمیونسٹ لیڈروں اور یورپ کے سرمایہ داروں کی ہے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے سارا اختیار ہوتے ہوئے غریبانہ زندگی بسر کی، لیکن رعایا کو خوش اور خوشحال رکھا۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ انڈین کانگریس حکومت بنانے کی صورت میں برطانوی ٹھگوں کو تو یہاں سے نکال دے گی پھر خود ٹھگ بن جائے گی۔ یہ لوگ صرف مسلمانوں کی آزادی ختم نہیں کریں گے بلکہ اپنے لوگوں (اچھوتوں) کی آزادی بھی ختم کر دیں گے۔ اِس لیے ہم سب کو پاکستان کے قیام کے لیے بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ ذرا خیال فرمائیے کہ اگر لا اِلٰہ اِلا اللہ پر مبنی حکومت قائم ہو جائے تو افغانستان، ایران، ترکی، اردن، بحرین، کویت، حجاز، عراق، فلسطین، شام، تیونس، مراکش الجزائر اور مصر کے ساتھ ملک کر یہ کتنا عظیم الشان اسلامی بلاک بن سکتا ہے۔ اقبال کی طرح میرا بھی یہ عقیدہ

ہے کہ کوئی سوشلسٹ یا کمیونسٹ مسلمان نہیں ہوسکتا خواہ وہ پیر، مولا نا ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ سوشلزم اور کمیونزم کے سارے بانی یہودی تھے۔آپ کو سمجھ لینا ہے کہ سوشلزم اور کمیونزم مسلمانوں کے لیے ایسا زہر ہے جس کا تریاق نہیں، آپ کبھی نہ بھولیں کہ یہودی، انگریز، سوشلسٹ، کمیونسٹ اور ہندو سب مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہیں، پاکستان بن جانے کے بعد یہ پاکستان کو مٹانے کی کوشش کریں گے، آپ کو اُس وقت بھی ہوشیار رہنا ہوگا۔'' (بحوالہ روزنامہ ندائے ملت لاہور۔15-4-1970 بحوالہ نقیب ختم نبوت ملتان)

آخر میں ہم تمام اہل حکومت اہل سیاست اور اربابِ بست وکشاد سے دست بستہ عرض کریں گے کہ پاکستان کو سیکولر یا لبرل وغیرہ بنانے کی کوشش مت فرمائیں۔جس مقصد کے لیے یہ خطہ حاصل کیا گیا تھا اُس مقصد کو بروئے کار لائیں اور یاد رکھیں یہ وطن، یہ ملک میرے اللہ اور میرے نبی کی امانت ہے۔امانت میں خیانت نہ کرو گے تو آسمانی برکتیں نصیب ہوں گی اور بصورت دیگر یہ وطن عزیز امریکہ، اسرائیل، انڈیا اور ایران کے نرغے میں ہے۔صرف اللہ کی طرف رجوع کا وقت ہے۔وہی سپریم طاقتوں سے سپریم تر طاقت ہے۔وہ راضی ہوگیا تو پھر پوری دنیا کی تمام کفریہ طاقتیں وطن عزیز کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی۔یقینی بات ہے۔

ایک سوال ایک جواب

مولانا محمد انور چیمہ مدظلہ جھنگ کے معروف عالم دین ہیں۔ ایک عرصہ جمعیت علمائے پاکستان کے ساتھ نورانی صاحب کی صدارت میں منسلک رہے۔ ماشاء اللہ ایم ایس سی ایگریکلچر اور فارغ التحصیل ہیں، علاقہ کے زمیندار ہیں۔ ان سے کسی نے سوال کیا تھا جس کا انھوں نے جواب ارشاد فرمایا ان کی اجازت سے یہ سوال وجواب افادۂ عام کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء حق ایسے شخص کے بارے میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتا ہے، اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک جانتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں۔ ایسا آدمی اچھے اچھے فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے سچ بولتا ہے وغیرہ لیکن شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پیروی نہیں کرتا اور مندرجہ ذیل آیات (بقرہ آیت نمبر 62 اور المائدہ آیت نمبر 69) پڑھ کر سنا دیتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَ النَّصٰرٰی وَ الصّٰبِئِیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۔ اور اپنے آپ کو حق پر اور مرنے کے بعد جنت کا مستحق سمجھتا ہے۔ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:۔

یہود ونصاریٰ کا یہ دعویٰ تھا کہ ان کے سوا کوئی اور جنت میں نہیں جائے گا اور نجات صرف انہیں کو نصیب ہے۔ چونکہ یہ دعویٰ باطل تھا اس لئے منصب خاتم النبوۃ پر اس کا ابطال فرض تھا۔ یہود ونصاریٰ پر گزشتہ آیات میں ذِلت اور قہر الٰہی کا بیان آیا ہے جس پر یہود وغیرہ مایوس ہوئے جس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی شخص کی ذات پات سے سروکار نہیں صرف ایمان اور اعمال پر دارومدار ہے چاہے وہ مسلمان ہو یہودی، عیسائی یا صابی وغیرہ کوئی بھی ہو جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قیامت کے دن پر ایمان لاکر اچھے کام کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسے یہودی عیسائی یا صابی وغیرہ ہیں جو ایماندار اور

ان کو آخرت میں کوئی خوف اور نہ کوئی غم ہوگا۔ اس کا جواب ان آیات کے شان نزول سے مل جائے گا اور تشریح ان آیات کی خود قرآن مجید نے دوسری جگہ فرما دی ہے۔ شان نزول:۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ جب محبوب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلی دفعہ حاضر ہوئے تو سابقہ اُمتوں کے نیک لوگوں کا ذکر کیا کہ وہ لوگ نمازی، روزہ دار، ایماندار اور اپنی اپنی کتب تورات انجیل وغیرہ کے حوالہ سے اس بات کے معتقد تھے کہ آخر الزمان رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حالات و آثار والی سرزمین پر (جن آثار و علامات کو دیکھ کر حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے) مبعوث ہونے والے ہیں۔ اس موقع پر مندرجہ بالا آیات کا نزول ہوا۔

سابقہ پیغمبروں میں ہر ایک پیغمبر کے لئے ایک مخصوص زمانہ تھا۔ ایک پیغمبر جب رحلت فرما جاتے اور ان کے بعد دوسرے پیغمبر تشریف لے آتے تو سابقہ پیغمبر کے امتی اپنے پیغمبر کی شریعت چھوڑ کر نئے آنے والے پیغمبر کی اطاعت قبول کر لیتے۔ ایسے لوگوں کے نیک ہونے کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر موسیٰ علیہ السلام کے امتیوں میں سے ایماندار وہ ہیں جو شریعت موسوی کے پابند رہے۔ ان میں سے جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی رحلت کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر شریعت موسوی سے دستبردار ہو کر شریعت عیسوی اختیار کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا یہ تھے وہ لوگ جن کا ذکر ان آیات میں آیا ہے اور ایسے ہی اگر آج کوئی عیسائی یہودی یا اور کسی عقیدے والا شخص آخر الزماں نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب سے شریعت مصطفوی کا پابند نہیں ہوتا، یہودیت اور عیسائیت پر جما رہتا ہے۔ ایسا شخص چاہے جتنے نیک صالح کام کر لے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سب کام صفر ہیں اس کے کاموں کی کچھ حیثیت نہیں ہے وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔ قرآن مجید نے خود وسری جگہ تشریح فرما دی ہے:
”ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منه وهو فی الاٰخرة من الخٰسرین“۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے نحن قوم اعزّنا اللّٰہ بالاسلام و ان ابتغینا العزة بغیره اذلّنا اللّٰہ ”ہم ایک ایسی قوم ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ عزت بخشی اگر ہم نے عزت کو اسلام کے علاوہ کہیں اور تلاش کیا تو اللہ تعالیٰ ہم کو ذلیل کر دے گا۔ اللہ و رسولہ اعلم

مولوی محمد انور چیمہ صوفی موڑ چنیوٹ روڈ جھنگ

قومی یکجہتی میں مسجد و مدرسہ کا کردار

انجینئر مختار فاروقی

’عصر حاضر کے چیلنجز اور علماء و مدرّسین کی ذمہ داریاں‘ کے موضوع پر دوروزہ قومی کانفرنس منعقدہ ایوانِ اقبال لاہور، مؤرخہ 7-6 اپریل 2016ء کے دوسرے اجلاس میں مدیر حکمت بالغہ نے مقالہ پیش کیا، یہ مقالہ افادۂ عام کے لیے حکمت بالغہ کے صفحات میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

صدر گرامی قدر و معزز سامعین کرام! السَّلام علیکم ورحمة اللّٰہ

- ’’عصر حاضر کے CHALLENGES اور علماء و مدرّسین کی ذمہ داریاں‘‘ کے عنوان سے اس دوروزہ قومی کانفرنس کے پہلے سیشن میں، ’’قومی یکجہتی میں مسجد و مدرسہ کا کردار‘‘ کے موضوع پر میری گفتگو میں دو ناگزیر باتیں بطور تمہید عرض ہیں تاکہ میری گفتگو کو صحیح تناظر میں سمجھنے میں آپ حضرات کو سہولت ہو۔

- پہلی بات یہ ہے کہ ’قومی یکجہتی‘ کے الفاظ میں قومی سے مراد جنوبی ایشیا کے وہ مسلمان ہیں جنھوں نے آج سے پون صدی قبل ’دوقومی نظریہ‘ کی بنیاد پر اپنے لیے ایک علیحدہ تشخص کا نعرہ لگایا اور ملک پاکستان حاصل کیا۔ ہماری بدنصیبی کہ آج اس ملک کو LIBERAL اور سیکولر کہا جارہا ہے۔ اسلام کے نزدیک اقلیتوں کے اپنے حقوق مُسلّم ہیں جن کا انکار نہیں تاہم قومی یکجہتی سے مراد مسلمانوں کے مختلف مسالک کے مابین یکجہتی اور ہم آہنگی ہے۔

یہی ’دوقومی نظریہ‘ ـــــ نظریۂ پاکستان ہے اور اس ضمن میں ہمارے مابین کوئی

اختلافِ رائے نہیں۔ ہمارے ملک کا ایک آئین ہے اور ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ آئین میں حکومتی انتظامیہ کا یہ فرض بتایا گیا ہے کہ ملک کی عظیم اکثریّت مسلمان شہریوں کو اچھا مسلمان بنانے اور اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کا ماحول فراہم کرے۔ اس فرض کی ادائیگی میں انتظامیہ، مقنّنہ، عدلیہ اور فوج بھی شامل ہے۔ یہ ادارے آئین کے لحاظ سے ریاست کے ستون کہلاتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں ریاستی علوم (STATE CRAFT) میں میڈیا (MEDIA) کا بھی ایک اہم مقام ہے۔ مزید برآں پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے لہٰذا ہمارے لیے ایک 'نظریاتی نظامِ تعلیم' بھی ایک ناگزیر ریاستی ستون ہے۔

- دوسری تمہیدی بات یہ ہے کہ اس قومی کانفرنس کے عنوان (THEME) اور موجودہ نشست کا موضوع ہمارے نظریاتی ملک پاکستان کے دو اہم ستونوں 'میڈیا' اور 'نظامِ تعلیم' کا ایک حصہ ہے۔

- 'مسجد' اسلام کی تاریخ میں رجالِ دین (صوفیاء وعلماء) کا مرکز ومحور رہا ہے۔ جہاں خانقاہ ہوگی وہ مسجد ہوگی اور جہاں مسجد ہوگی وہاں ایک مدرسہ ہوگا۔ مسجد اور مدرسہ کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ 'مسجد' مسلمان کے لیے اپنے ربّ اور خالق سے رابطے کا نشان ہے۔ گویا مسجد ایک ایسی جگہ ہے جہاں مسلمان عبادت کے لیے دن میں بار بار آتے ہیں اور یہاں مسلمان عوام کا رابطہ نظریاتی لوگوں سے ہوتا ہے اور نظریاتی تعلیم کے جانفزا لمحات کا قرب میسر آتا ہے۔

نظریاتی تعلیم کا ایک میدان تعلیمی ادارے ہیں اور دوسرا میدان وہ تربیتی مراکز ہیں جو خانقاہیں اور تصوف کے مراکز کہلاتے ہیں اور یہ بات بجا طور پر کہی جاسکتی ہے کہ دورِ زوال اور انحطاط کو نظر انداز کر کے دیکھیں تو تاریخ اسلام میں اسلام کے لیے نظریاتی (یعنی مشنری) تربیت کا اہتمام کرنے والے اور غلبہ اسلام کے لیے حقیقی رہنما و فلسفی یہی 'صوفی' ہی ہیں۔ امام ابن القیم، امام غزالی، جلال الدین رومی وغیرہ اسی آسمان کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔

- سامعین کرام! اب تک کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ قومی یکجہتی میں نظریاتی میڈیا اور نظریاتی نظامِ تعلیم کا بڑا اہم رول (ROLE) ہے اور مسجد و مدرسہ ان دو اہم ریاستی ستونوں کے

دو اہم ترین حصے ہیں۔

- نظریاتی میڈیا پر گفتگو کرتے ہوئے ہمیں مسجد کے میڈیائی کردار کی اہمیّت کو سمجھنا ضروری ہے۔ مسجد میں نمازوں میں حاضری سکونِ قلبی کا ذریعہ بھی ہے اور وہاں وعظ و نصیحت کی محافل کا اہتمام بھی ہوتا ہے اور بڑی مساجد میں نمازِ جمعہ کا اہتمام بھی ایک اہم دینی فریضہ کی تکمیل ہے جہاں رجالِ دین علماء و صوفیاء منبرِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بیٹھ کر نظریاتی باتیں کرتے ہیں اور مسلمان عوام و خواص آ کر وہاں سے فیض یاب ہو کر نئے ولولوں اور جذبوں کے ساتھ عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں اور یوں یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔

مدرسہ کی اہمیت بھی دینی نقطۂ نظر سے بہت زیادہ ہے جہاں مسلمان بڑوں اور چھوٹوں (اکابر و اصاغر) کو دین سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ مدارس کا سلسلہ ناظرہ قرآن پاک پڑھنے سے لے کر درسِ نظامی کی تکمیل کے مراحل کو سموئے ہوئے ہے۔

گویا مسجد اور مدرسہ سے پاکستان کے استحکام کے لیے نظریاتی تعلیم کا اہتمام ہوتا ہے اور جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جب آغازِ اسلام میں اسلام کا سیاسی غلبہ تھا (یہ سیاسی غلبہ 1258ء میں سقوطِ بغداد کے ساتھ ایشیا و افریقہ میں اور 1492ء میں سقوطِ غرناطہ کے ساتھ یورپ میں ختم ہو گیا) تو یہ مساجد و مدارس نظریاتی حکومتوں کی سرپرستی میں نظریاتی تعلیم و تربیت کے فروغ کے مراکز تھے۔ بعد ازاں عثمانی سلطنت، صفوی سلطنت اور مغلیہ سلطنت کے دور میں بھی اسلام کے قرنِ اوّل کے آثار کافی حد تک باقی رہے۔ تاہم مسلمانوں کے نظریاتی زوال کے بعد یورپ میں صنعتی ترقی کے نتیجے میں یورپی اقوام نے عالمی سطح پر حکومت بنالی اور مسلمان محکوم ہو گئے۔

- اِس دورِ غلامی میں مسجد و مدرسہ بھی دیگر اداروں کی طرح انحطاط کا شکار ہو گئے اور مسجد و مدرسہ سے دین کی ہمہ گیر، آفاقی اور سیاسی سماجی و معاشی عدل کے نظام کی آوازیں آنا معدوم ہو گئیں۔

- قیامِ پاکستان (27 رمضان 1366ھ) کو قمری اعتبار سے ستر سال ہو گئے۔ اب

غلامی کے آثار ختم ہو رہے ہیں اور دو قومی نظریہ کے فروغ اور اساسِ پاکستان کی آبیاری کے لیے مسجد و مدرسہ کو مرکز تعلیم و تربیت بنانے کی اہمیت کا وقت آ گیا ہے۔ مسجد و مدرسہ کی اہمیت کو اُجاگر کیا جا رہا ہے تو یہ بات بڑی خوش آئند ہے اور جسدِ ملّی میں زندگی کی علامت ہے۔

● تعمیر و استحکام پاکستان کے ناگزیر قومی و ملّی یکجہتی کے فروغ کے لیے مسجد و مدرسہ کا کردار نہایت اہم ہے اور اس کے لیے اس قومی کانفرنس میں یقیناً سفارشات تیار ہوں گی۔ اگر اس پر عمل ہوا تو پاکستان کو ایک نظریاتی ریاست بنانے میں مسجد و مدرسہ یقیناً دوسرے اداروں سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

● ایک بات غور طلب ہے کہ مسجد و مدرسہ سے اُٹھنے والی نظریاتی صداؤں کو مؤثر بنانے کے لیے ملک پاکستان میں میڈیا کے دوسرے اعضاء (ORGANS) یعنی پریس، ٹی وی، ڈرامہ، ٹاک شوز پروگرام وغیرہ اور ضمناً ادیبوں، شاعروں، افسانہ نگاروں کو بھی 'نظریاتی' بنانا ہوگا اور تعلیم کے دیگر ذرائع (یعنی یونیورسٹیوں، کالجز، سکول جو سرکاری اور نجی سرپرستی میں مغربی نصاب ایجنڈے کو آگے بڑھا رہے ہیں) کو بھی منظّم کر کے لازماً ایک نظریاتی نظامِ تعلیم کے تحت لانا ہوگا۔

اگر ایسا ہو گیا تو وہ دن دُور نہیں جب پاکستان ایک کامیاب نظریاتی ریاست کے طور پر دنیا میں اُبھر کر ایک اسلامی فلاحی جمہوری ریاست کا رول ماڈل (ROLE MODEL) بنے گا۔ اور ___ اگر ہم مسجد و مدرسہ کے علاوہ تعلیمی اداروں اور میڈیا کے شعبوں کو نظریاتی نہ بنا سکے تو صرف مسجد و مدرسہ سے اُٹھنے والی نظریاتی صدائیں جدید یونیورسٹیوں کے سیکولر اَفکار اور آزاد میڈیا سے ٹکرائیں گی اور ایک تصادم کی شکل پیدا ہو جائے گی۔ اس تصادم کے آثار اس وقت بھی ہمارے معاشرے میں ہیں مگر ذرا مدھم (LOW TONE) ہیں۔ بروقت اقدامات نہ ہوئے تو موجودہ ملکی سیکولر اور لبرل نظامِ تعلیم اور سیکولر و لبرل، خدا بیزار اور وحی بیزار میڈیا مسجد و مدرسہ سے اُٹھنے والی نظریاتی آوازوں کو مغربی سرمائے کے زور پر دبا کر خاموش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

● آخری بات یہ ہے کہ یہ قومی کانفرنس انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اور انٹرنیشنل اقبال انسٹی ٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ ڈائیلاگ اسلام آباد کے اشتراک سے ایوانِ اقبال لاہور میں

منعقد ہو رہی ہے۔ یہ شہرِ لاہور اقبال کا شہر ہے اور یہاں سے پرندے کی اڑان میں اقبال منزل اور مزارِ اقبال بھی زیادہ دُور نہیں ہیں۔

یہ سارے خوبصورت اور خوش قسمتی کے نشان بلاوجہ جمع نہیں ہو گئے حالات کا جبر ہے اور تاریخ کا بہاؤ ہے کہ ہمیں پاکستان کو اسلامی جمہوری فلاحی ریاست بنانے کے پروگرام میں فکر اقبال اور حکمت اقبال کو رہنما بنانا ہوگا۔ وہی اقبال جو مفکّر پاکستان بھی ہے اور معمار پاکستان قائد اعظم کا مُرشد بھی۔ مزید برآں اقبال علیہ الرحمہ کا کلام ہمارے تمام مذہبی مسالک کے نزدیک بھی معتبر ہے اور جدید مغربی تعلیمی اداروں سے فیض یافتہ ہونے کی بنا پر جدید تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان بھی اُن کے افکار سے متأثر ہیں۔

1997ء تا 2016ء

19 سالوں میں سلسلہ وار درسِ قرآن کی تکمیل

ایک رپورٹ

محمد عرفان مغل

محترم انجینئر مختار فاروقی صاحب نے 1997ء سے جھنگ کی دوسری قدیم تاریخی مسجد عبیداللہ (المعروف گنبدوں والی مسجد جو 1750ء سے 1775ء کے زمانے کی ہے) میں درسِ قرآن کی نشست شروع فرمائی۔ یہ پندرہ روزہ درسِ قرآن کا سلسلہ 22 مارچ 2016ء کو مکمل ہوا ہے۔

1988ء کے اوائل میں محترم انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب اپنی ملازمت کے دوران جمعہ کو اپنے آبائی شہر جھنگ تشریف لاتے تھے۔ دورۂ جھنگ میں رحیم صدیقی مرحوم شاعر بزم امیر شریعتؒ آپ کے ہمراہ ہوتے۔ ان دنوں جھنگ شہر فرقہ وارانہ فسادات میں مسلسل جل رہا تھا، مذہبی اور مسلکی تعصب کی فضا آپس کے انتشار کو بڑھا رہی تھی۔ جھنگ مذہبی حوالے سے ایک زرخیز سرزمین ہے جس میں صوفیاء اور علماء کی محنت شاقہ کے نتائج بھی اس گرد آلود فضا میں ماند پڑ رہے تھے۔ مفتی غلام حسین، پیر مبارک شاہ بغدادی اور مولانا سیّد صادق حسین شاہ فاضل دارالعلوم دیو بند کے دروس قرآن اور علمی حلقے سے فیضیاب جدید تعلیم یافتہ احباب کی ٹیم فکر مند رہتی تھی۔ محترم فاروقی صاحب بھی جھنگ جمعہ کو آمد پر ہمہ تن متفکر دکھائی دیتے، علما و احباب سے ملاقاتیں کرتے، خطبہ جمعہ دیتے اور شام کو دروس قرآنی کے حلقے منعقد کرتے اور پھر علی الصبح ملتان یا لاہور واپس ملازمت پر روانہ ہو جاتے۔ ایک عرصہ تک محترم فاروقی صاحب کا یہ معمول رہا۔ اس دوران محترم رحیم صدیقی مرحوم کا تذکرہ کرہ بھی ضروری ہے جو فرمایا کرتے تھے کہ ''میرا کام ہے کہ جھاڑو سے جگہ صاف کرنا، دری بچھانا، آپ دوستوں کو بلانا پھر فاروقی صاحب کے سامنے قرآن مجید کا

نسخہ رکھنا اور درس سننا۔'' ان دروسِ قرآنی کی نشستوں کے اختتام پر آفتاب اقبال (حال سعودی عرب) ضیافت کا اہتمام کرتے۔ کئی لمحات ایسے آئے کہ شہر کی فضا کے بھنور میں یہ دعوت قرآنی محض مسلکی سی رہ جاتی مگر فاروقی صاحب کی حکیمانہ و مدبرانہ سوچ نے اسے بچائے رکھا۔ کئی ایسے نام جو آج مرحومین کی فہرست میں شامل ہو چکے ہیں اس دعوت قرآنی کے محرک، معاون اور خاموش مبلغ رہے۔ محترم فاروقی صاحب کی ملازمت کو خیر آباد کہنے کے ساتھ دعوت قرآنی کا کام بڑھنے لگا۔ احباب کے مشورہ سے مزید دروس قرآنی کے حلقے قائم ہونے لگے۔ بعد میں 1997ء میں جھنگ کی تاریخی جامع مسجد خواجہ عبیداللہ (المعروف گنبدوں والی مسجد) جو صوفیاء و علماء کے حوالے مفتی عبدالقوی (صدر شعبہ علماء تحریک انصاف) کے آباء و اجداد اور خانوادے کا ایک علمی و روحانی معروف مرکز رہا ہے، کے منتظمین شیخ غلام فرید، محمد سلیم لودھی، رانا اعجاز احمد ایڈووکیٹ اور حافظ عبدالماجد کے اصرار پر علوم اسلامیہ اور جدید علوم کی حامل شخصیت محترم انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب نے سلسلہ وار درس قرآن کا آغاز فرمایا۔ اسی سال رمضان المبارک میں قرآن پاک کے آخری 8 پاروں کے ترجمہ کی نشست بھی منعقد کی گئی۔ عوام و خواص میں اس درس کی پذیرائی ہوئی اور فاروقی صاحب کے اخلاص و للّٰہیت اور مشنری جذبہ سے لوگ متأثر ہوئے اور یہ دعوت قرآنی قرآن اکیڈمی جھنگ کے قیام اور انجمن خدام القرآن جھنگ کی بنیاد کا ذریعہ بنی جس میں 13 افراد نے پچاس روپے ماہوار اور -/1000 روپے رجسٹریشن کے لیے خود کو پیش کیا۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 4 کنال پر مشتمل اس عمارت کی تعمیر کے آغاز پر دُعا فرمائی اور مختصر عرصہ میں دعوت قرآنی کا عالمی مرکز بن چکا ہے جو اہلیان جھنگ اور خصوصاً وسطی پنجاب کی علمی پیاس بجھا رہا ہے۔ قرآن اکیڈمی جھنگ کا ذکر خیر ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے PEACE چینل انڈیا پروگرام میں بھی فرمایا۔ جھنگ میں 25 روزہ قرآن فہمی کورسز کی بنیاد بھی یہی درس بنا۔ رحیم صدیقی مرحوم، عبدالمجید کھوکھر، محمد نسیم سیال، پروفیسر محمد منظور، فاروقی صاحب کے صاحبزادگان عبداللہ ابراہیم اور انجینئر عبداللہ اسماعیل، انجینئر محمد اقبال، بھائی محمد حسین مرحوم، قادر بخش، مرحوم اللہ دتہ اعجاز، محمد اویس قریشی، آفتاب اقبال، رانا مختار احمد مرحوم اور ان کے صاحبزادگان محمد ادریس ایڈووکیٹ مرحوم، محمد صادق مرحوم وغیرہ فعال احباب رہے اور کالج کے زمانہ میں طلباء میں اس دعوت قرآنی کو سعید انور، ساجد محمود، ہاشم عثمان، عرفان خالد نے اپنے لٹریری گروپ میں متعارف کرایا۔ سب سے پہلے اس دعوت کو

سکول اساتذہ نے لبیک کہا اور اس کے اثرات بھی نظر آئے۔ چند نوجوان اور کاروباری حضرات کی ایمانی حرارت جاگی انہوں نے سودی اور حرام کاروبار سے توبہ کی۔ جامع مسجد عبید اللہ کا درس قرآن ماہوار سے ہفتہ وار ہوا۔ پہلے جمعہ کو ہوتا تھا پھر احباب کی دلچسپی پر سوموار کو اور پھر منگل وار سلسلہ جاری رہا اور بعض دفعہ مخدوش حالات کی وجہ سے بندش بھی رہی۔ حافظ عبدالماجد صاحب، رانا اعجاز احمد ایڈووکیٹ نے اجرا ثانی میں اہم کردار ادا کیا۔ 17 سال کے طویل عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے ترجمہ وتفسیر کی نشست جاری رہی جو بفضلہٖ تعالیٰ 22 مارچ 2016ء بروز منگل بعد از نماز عشاء اختتام پذیر ہوئی۔ ان دروس میں عظمت قرآن، ربط آیات، تاریخی پس منظر، حالات حاضرہ میں قرآن کا پیغام اور جامع تصور، قرآن حکیم کے مطالبات اور تقاضے سامنے آتے رہے۔ اس درس قرآن کے اثرات میں گردونواح میں بھی بعض قرآنی حلقے قائم ہوئے۔ دیگر مسالک و مشارب نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور اپنے حلقہ میں سلسلہ دورس کو جاری کیا۔

اس اختتامی نشست میں سورۃ الفلق، سورۃ الناس کا ترجمہ وتلاوت تشریح وتفسیر محترم فاروقی صاحب نے بیان فرمائی۔ جمعیت علماء اسلام کے سرپرست مولانا ذوالفقار علی نقشبندی صاحب مہتمم جامعہ فہم القرآن اور جمعیت علماء پاکستان کے مولانا محمد انور چیمہ قادری جامعہ غوثیہ سیٹلائٹ ٹاؤن اور جمعیت اہل حدیث کے حکیم سیّد محمد اجمل شاہ بخاری و دیگر مہمانانِ گرامی ذی قدر تشریف لائے اور عظمت قرآن کے سلسلہ میں اپنے تائیدی خطابات سے نوازا جو ہمارے لئے حوصلہ افزا ہے۔ دُعا کے بعد منتظمین مسجد نے اس موقع پر خصوصی تواضع فرمائی، شیخ غلام فرید، شیخ عبدالرشید، سلیم لودھی نے احباب فکر اور اہلیان علاقہ کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر شہر کے جدید تعلیم یافتہ وکاروباری حضرات، علماء کرام، نمازیان اور جملہ احباب نے شرکت فرما کر رونق دوبالا کر دی۔ ربّ تعالیٰ اس کاوش کے سلسلہ میں حافظ عبدالماجد صاحب، رانا اعجاز ایڈووکیٹ صاحب جو لاہور منتقل ہو چکے ہیں اور اس درس کے بانیان میں شامل ہیں، اور عامر رشید اور ان کے دیگر دوست بھی ہیں جو لڑکپن سے اس درس میں شرکاء کی خدمت کرتے جوان ہوئے اور رمضان المبارک میں بھی میزبانی میں متحرک رہتے ہیں، کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور صدقہ جاریہ بنائے (آمین)۔

فرمودۂ اقبال درویشی کی حکمرانی

نظم فقر

از کلیاتِ اقبال (فارسی) پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

سلسلہ وار 4

وائے ما اے وائے ایں دیرِ کہن　　تیغ لا در کف نہ تو داری' نہ من

افسوس ہے ہم پر، افسوس ہے اس پرانے بتکدے پر، 'لا' کی تلوار نہ تیرے پاس ہے نہ میرے

دل ز غیر اللہ بہ پرداز اے جواں　　ایں جہانِ کہنہ در باز اے جواں

اے نوجوان! غیر اللہ سے دل ہٹا لے　　اے جوان! اس پرانے جہان سے قطع تعلق کر لے

تا کجا بے غیرتِ دیں زیستن　　اے مسلماں مردن است ایں زیستن

کب تک دینی غیرت کے بغیر زندگی بسر کرے گا؟　　اے مسلمان! ایسی زندگی تو موت ہے

مردِ حق باز آفریند خویش را　　جز بہ نورِ حق نہ بیند خویش را

مردِ حق خود کو دوبارہ وجود میں لاتا ہے　　وہ اپنے آپ کو صرف حق کے نور سے دیکھتا ہے

بر عیارِ مصطفیٰ خود را زند　　تا جہانے دیگرے پیدا کند

پہلے وہ خود کو حضور اکرم ﷺ کے معیار پر پرکھتا ہے　　تاکہ وہ ایک نیا جہان وجود میں لے آئے

آہ زاں قومے کہ از پا برفتاد　　میر و سلطان زاد و درویشے نزاد

افسوس اس قوم پر جو پستی کا شکار ہو گئی　　اس نے امیر اور سلطان تو پیدا کیے، کوئی درویش پیدا نہ کیا

داستانِ او مپرس از من کہ من　　چوں بگویم آنچہ ناید در سخن

اس قوم کی داستان مجھ سے نہ پوچھ　　کیونکہ میں وہ بات کیسے کہہ سکتا ہوں جو بات بیان میں نہیں آ سکتی

در گلویم گریہ ہا گردد گرہ　　ایں قیامت اندرونِ سینہ بہ

میرے گلے میں گریہ وزاری نے گرہ لگا دی ہے　　مسلمانوں کی زبوں حالی کا نقشہ میرے سینے میں ہی بہتر ہے

مسلمِ ایں کشور از خود نا امید　　عمرہا شد باخدا مردے ندید

اس ملک کا مسلمان اپنے آپ سے ناامید ہے　　مدتیں گزر گئیں اس نے کوئی باخدا مرد نہیں دیکھا

لا جرم از قوتِ دیں بدظن است　　کاروانِ خویش را خود رہزن است

یقیناً وہ دین کی قوت سے بدظن ہے　　وہ خود ہی اپنے قافلے کو لوٹ رہا ہے

سیمینار

ان شاء اللہ

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد کراچی میں

یکم مئی 16ء بروز اتوار سہ پہر 3 بجے

بعنوان **تحریکات اسلامیہ کے علمی تقاضے**

مع تقریب رونمائی

ترجمہ برائے تدریس قرآن حکیم جلد سوم

(از حافظ انجینئر نوید احمد صاحب)

کا انعقاد ہو رہا ہے

رفقاء و احباب شرکت فرمائیں

خصوصی خطاب

محترم انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب

مسئول: ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ

صدر انجمن خدام القرآن جھنگ

برائے رابطہ: 0323-2008757 ـ 021-36806561

المعلن: انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْز

حسب روایت 2016ء میں بھی

قرآن اکیڈمی جھنگ میں

25روزہ قرآن فہمی کورس کل وقتی

پھر سوئے حرم لے چل

تعطیلاتِ گرما کے دوران

مئی2016ء اور جولائی2016ء

13 مئی تا 3 جون2016ء

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہوسکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کرسکیں۔

معلومات کے لیے 20 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر اس تربیتی کورس کا بروشر مفت حاصل کریں یا hikmatbaalgha@yahoo.com پر بروشر کے حصول کے لیے درخواست ای میل کریں

اپنی فرصت کے مطابق بذریعہ فون یا ای میل نام رجسٹر کروائیں

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ

047-7630861-0336-6778561